عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ہفت روزہ
ختم نبوت

INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATM-E-NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN

جلد ۲۴ | ۲۸/ جمادی الثانی تا ۵/ رجب ۱۴۲۶ھ مطابق یکم تا ۸/ اگست ۲۰۰۵ء | شمارہ: ۲۹

حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام

تاریخ کے دریچوں سے

اسلام اور انسانی حقوق

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatme-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

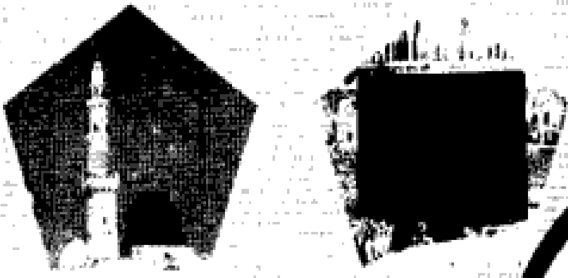

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

آپ کے مسائل

معاش کے لئے قادیانیت اختیار کرنا:

س:..... میرے ایک محترم دوست نے چند دن پہلے اپنے معاشی مسائل کے حل کے لئے قادیانیت قبول کرلی' ان سے اس مسئلہ پر بات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ قادیانیت کا جو بیعت فارم میں نے پڑھا ہے' اس کی شرائط مثلاً زنا نہ کرنا' بدنظری نہ کرنا' رشوت نہ لینا' جھوٹ نہ بولنا اور مرزا غلام احمد قادیانی کو مہدی علیہ السلام ماننا وغیرہ ہیں' ان شرائط میں کہیں بھی کفریہ کام نہیں' اور یہ کہ اس نے صرف ضرورت پوری ہونے تک کیلئے قادیانیت قبول کی ہے اور بعد میں وہ لوٹ آئے گا' کیا اس کے اس فعل کے بعد وہ مسلمان رہا؟ اگر نہیں تو اس کے بیوی بچوں کو اس کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے؟ اگر وہ گھر والوں کو چھوڑنے پر بھی تیار نہ ہو اور اس کی چند جوان اولاد بھی ہو تو جوان اولاد کیلئے اس شخص کے دیئے ہوئے مال کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

ج:..... مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والوں کے کافر و مرتد ہونے میں کسی قسم کا شبہ اور تردد نہیں' اللہ تعالیٰ کی عدالت بھی ان کو کافر و مرتد قرار دے چکی ہے' اور عالم اسلام کی اعلیٰ عدالتیں بھی' اس شخص کو اگر اس مسئلہ میں کوئی شبہ ہے تو وہ اہل علم سے تبادلہ خیال کرے' قادیانیت کا فارم پُر کرنا اپنے کفر و ارتداد پر دستخط کرنا ہے' جہاں تک معاشی مسئلہ کا تعلق ہے؟ معاش کی خاطر ایمان کو فروخت نہیں کیا جاسکتا' اور ان صاحب کا یہ کہنا کہ وہ بعد میں لوٹ آئے گا' قابل اعتبار نہیں' جب ایک چیز صریح کفر ہے تو اس کو اختیار کرنا ہی ناروا ہے' اور اس کو اختیار کرتے ہی آدمی دین سے خارج ہوجاتا ہے' تو اس کے واپس لوٹنے کی کیا ضمانت؟ اس شخص کو قادیانیت کی حقیقت اور ان کے کفریہ عقائد سے آگاہ کیا جائے' اگر اس کی سمجھ میں آجائے اور وہ ان سے توبہ کرلے تو ٹھیک' ورنہ اس کے بیوی بچوں کا فرض ہے کہ اس شخص سے قطع تعلق کرلیں اور یہ سمجھ لیں کہ وہ مرگیا ہے۔ چونکہ یہ شخص قادیانی فارم پُر کرچکا ہے' اس لئے اگر یہ تائب ہوجائے تو اس کو اپنے ایمان کی بھی تجدید کرنی ہوگی' اور نکاح بھی دوبارہ پڑھوانا ہوگا۔ (جس کی تفصیل میرے مجموعہ رسائل "تحفہ قادیانیت" میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے)۔

ترکہ میں سے شادی کے اخراجات نکالنا:

س:..... ہمارے والد کی پہلی مرحومہ بیوی سے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے جبکہ دوسری بیوی سے سات لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے۔ تین لڑکیوں اور ایک لڑکے کی شادی باقی ہے۔ والد صاحب کی وفات کے بعد والدہ صاحبہ کا کہنا ہے کہ والد نے جو کچھ چھوڑا ہے' اس میں سے پہلے غیر شادی شدہ اولاد کی شادی ہوگی' اس کے بعد وراثت تقسیم ہوگی۔ پوچھنا یہ ہے کہ:

۱:..... وراثت کب تقسیم ہونی چاہئے؟

۲:..... کیا وراثت میں سے غیر شادی شدہ اولاد کے اخراجات نکالے جاسکتے ہیں؟

ج:..... تمہارے والد کے انتقال کے ساتھ ہی ہر وارث کے نام اس کا حصہ منتقل ہوگیا' تقسیم خواہ جب چاہیں کرلیں۔

۲:..... چونکہ والدین نے باقی بہن بھائیوں کی شادیوں پر خرچ کیا ہے' اس لئے ہمارے یہاں یہی رواج ہے کہ غیر شادی شدہ بہن بھائیوں کے اخراجات نکال کر باقی تقسیم کرتے ہیں۔ دراصل باقی بہن بھائی' والدہ کی خواہش پوری کرنے پر راضی ہوں تو شادی کے اخراجات نکال کر تقسیم کیا جائے' اگر راضی نہ ہوں تو پورا ترکہ تقسیم کیا جائے' لیکن شادی کا خرچ تمام بہن بھائیوں کو اپنے حصوں کے مطابق برداشت کرنا ہوگا۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا سید نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد ۲۴ شمارہ ۲۹ ۲۸/جمادی الثانی تا ۵/رجب ۱۴۲۶ھ مطابق ۴ تا ۱۰/اگست ۲۰۰۵ء

مولانا عزیز الرحمن جالندھری — مولانا محمد اکرم طوفانی — مولانا اللہ وسایا

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
سفیر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبد الرحیم اشعرؒ

مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر
مولانا بشیر احمد
صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی
مولانا سعید احمد جلالپوری
صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا مفتی محمد راشد مدنی
سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
کمپوزنگ: جمال عبد الناصر شاہد
قانونی مشیر: حشمت حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ
ٹائٹل ڈیزائن: محمد ارشد خرم
محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

جرمنی میں ممتاز قادیانی فیملی کا قبول اسلام	(اداریہ)	4
حیات ونزول عیسیٰ علیہ السلام	(حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ)	6
اسلام اور انسانی حقوق	(مفتی احتشام الحق آسیا آبادی)	8
حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ	(محمد ارشد فیضی دربھنگوی)	11
تاریخ کے دریچوں سے	(مولانا شمس الحق ندوی)	17
کیا آپ کو یقین ہے؟	(ڈاکٹر نعیم صدیقی ندوی)	20
افادات فقیہ الامت	(مفتی محمد فاروق میرٹھی)	22
عمل سے زندگی بنتی ہے	(مولانا نذیر احمد آسیا آبادی)	24
دینی مزاج	(مولانا سید بلال حسنی ندوی)	25

زرتعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۴۵ ڈالر۔
یورپ، افریقہ: ۳۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ ایشیائی ممالک: ۳۰ امریکی ڈالر

زرتعاون اندرون ملک: فی شمارہ: ۷ روپے، ششماہی: ۱۷۵ روپے، سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک۔ ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت۔ اکاؤنٹ نمبر 8-383/2-927 الائیڈ بینک، بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۷۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۷۷۸۰۳۴۰
Jame Masjid Bab-ur-Rahmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi.
Ph: 7780337 Fax: 7780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ ملتان
فون: ۵۸۳۴۸۶-۵۱۴۱۲۲ فیکس: ۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جرمنی میں ممتاز قادیانی فیملی کا قبول اسلام

شیخ راحیل احمد، مظفر احمد مظفر کے بعد سید منیر احمد شاہ کا قبول اسلام قادیانی مذہب کی ریتلی دیوار کے لئے ایک ایٹمی دھماکے سے کم نہیں۔ ان کا اسلام قبول کرنا دین اسلام کی حقانیت اور قادیانیت کے روبہ زوال ہونے کی ایک روشن دلیل ہے۔ اس واقعہ کے بارے میں جرمنی سے جناب شیخ راحیل احمد کی مرسلہ رپورٹ ملاحظہ فرمائیں:

''الحمدللہ! جرمنی کے شہر اوسنا بروک کے رہائشی سید منیر احمد شاہ، جو کہ پیدائشی قادیانی تھے، انہوں نے اپنی اہلیہ اور چار بچوں سمیت قادیانی مذہب پر لعنت بھیج کر اسلام قبول کرلیا۔ سید منیر احمد شاہ قادیانی جماعت میں مختلف مقامی عہدوں پر فائز رہے ہیں اور ان کے بیان کے مطابق تیسرے قادیانی خلیفہ مرزا ناصر احمد کے بیٹے مرزا فرید احمد کے قریبی حلقے میں شامل تھے اور چناب نگر (سابقہ ربوہ) میں سگریٹ (ایمبیسی) کی ایجنسی چلاتے رہے ہیں۔ ان کی اہلیہ شاکرہ بیگم، مرزا غلام احمد قادیانی کے مشہور بدنام زمانہ شاعر قاضی ظہور الدین اکمل کی بھتیجی ہیں۔ کچھ عرصہ قبل سید منیر احمد شاہ نے مقامی عربی مسلمانوں کی مسجد میں جاکر اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا، لیکن قادیانی سازشوں کی وجہ سے اس اعلان کی اشاعت نہ ہوسکی، کیونکہ اس کی اشاعت سے قادیانیوں کے مورال پر اثر پڑتا۔ اس کی اطلاع راقم الحروف کو ہوئی تو میں نے فوراً سید منیر احمد شاہ صاحب سے رابطہ کیا اور ان کے ساتھ پروگرام طے کرکے ۱۲ جون ۲۰۰۵ء بروز اتوار، برادرم افتخار احمد اور دوسرے رفقاء کے ساتھ ہم کولون شہر سے روانہ ہوئے اور تقریباً تین سو کلو میٹر دور اوسنا بروک پہنچے۔ اوسنا بروک میں مقامی مسلمانوں نے جلسہ کا انتظام کیا تھا۔ اس جلسہ سے راقم الحروف (شیخ راحیل احمد)، افتخار احمد اور سید منیر احمد شاہ نے خطاب کیا۔ اس جلسہ میں تبلیغی جماعت کے کچھ دوست ہنوور سے بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس جلسہ میں خاکسار نے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی پر تقریر کی۔ برادرم افتخار احمد صاحب نے مرزا قادیانی کے حلیہ اور بداخلاق کے بارے میں حاضرین کو بتایا۔ اس کے بعد اپنے خطاب میں سید منیر احمد شاہ صاحب نے قادیانی سازشوں اور ان پر ہر طرف سے پڑنے والے دباؤ کی تفصیل بتائی۔ جلسہ میں انہوں نے اور دیگر حاضرین نے عہد کیا کہ وہ ختم نبوت کے کام کے لئے آئندہ دن رات ایک کردیں گے اور قادیانی سازشوں کا ہر میدان میں مقابلہ کریں گے، انشاء اللہ۔''

ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ الحمدللہ! قادیانیوں میں اسلام قبول کرنے کا رجحان روز بروز بڑھ رہا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ قادیانیت کا فتنہ اب اپنے منطقی انجام کی طرف گامزن ہے، یہ فتنہ انگریزوں نے ہندوستان کے مسلمانوں میں انتشار پھیلانے اور ان کو جہاد سے دور کرنے کے لئے پیدا کیا تھا اور آج بھی قادیانیت کو انگریزوں اور دیگر عالمی کفریہ طاقتوں کی سرپرستی واعانت حاصل ہے۔

پاکستان کے مسلمانوں نے ۱۹۷۴ء میں اپنی صفوں میں گھسے ہوئے قادیانیوں کو نکال باہر کیا تو برطانیہ نے انہیں پناہ دی اور قادیانی گرو مرزا طاہر لندن سے مغربی میڈیا کے ذریعے سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلانے کی کوششیں کرتا رہا' لیکن عالمی کفریہ طاقتوں کی تمام تر اعانت اور تعاون کے باوجود قادیانی گروہ مسلمانوں کا ایمان خریدنے اور ان کے دلوں سے فریضہ جہاد کی اہمیت ختم کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا۔

آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ قادیانیت اپنی بقا کی جدوجہد کیلئے ہاتھ پاؤں مار رہی ہے اور قادیانی دجل کا پردہ چاک ہونے کی وجہ سے قادیانی عوام و خواص بڑی تعداد میں مسلمان ہو رہے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلے میں علمائے کرام کی کوششیں رنگ لا رہی ہیں۔

علمائے کرام اور قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمان بھائیوں کو اس میدان میں مزید کام کرنا چاہئے اور زیادہ سے زیادہ قادیانیوں تک حق کی دعوت پہنچانے کا اہتمام کرنا چاہئے تاکہ قادیانیت کے فتنے کا مستقل سدباب ہوسکے اور انگریز کے خود کاشتہ پودے کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر اس کے ناپاک وجود سے اللہ کی زمین کو پاک کیا جاسکے۔

قادیانیت نے انسانیت کو سوائے دعووں' لاف و گزاف' فحش کلامی' شہوت رانی' قادیانی رائل فیملی اور قادیانی جماعت کے بینک بیلنس میں چندوں کے ذریعہ بے پناہ اضافے' اسلام سے خروج اور مسلمانوں کی تضحیک کے اور کچھ نہیں دیا ہے۔ قادیانیت انسانیت کی تباہی کے لئے ان تمام ہتھیاروں سے لیس ہوکر میدان عمل میں اتری جو ابلیس نے انسانیت کو گمراہ کرنے کے لئے بارگاہ خداوندی سے طلب کئے تھے لیکن اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ قادیانی جماعت کے رہنما' زعما' شعراء' وکلاء' صحافی' دانشور قادیانیت پر لعنت بھیج کر جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ اسلام کے دامن میں آتے ہی وہ ابدی سکون محسوس کرتے ہیں' جس کا وہ کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں۔

اب مستقبل صرف اور صرف اسلام کا ہے۔ مستقبل میں نہ قادیانیت کی لن ترانیاں چلیں گی' نہ عیسائیت کی زور زبردستی اور نہ یہودیت کی فتنہ پروری۔ اسلام کا سیدھا' سچا' ابدی' دائمی اور عالمگیر پیغام ہی اب دنیا میں چلے گا۔ دنیا اسلام کے علاوہ دیگر تمام نظاموں کی ناکامی کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کرچکی ہے۔ روشن خیالی اپنی خیالی روشنیوں کے ذریعہ دنیا میں روشنی پھیلانے میں ناکام ہوچکی ہے۔

اسلام وہ عظیم دین ہے جو توحید خالص کا درس دیتا ہے' جو نبی کو اللہ کا بہترین بندہ تو ثابت کرتا ہے لیکن خدا نہیں بناتا' جو نبی کو معراج جیسا معجزہ اور قرآن جیسی سچائی عطا کرتا ہے' جو دنیا کو انسانیت کا درس دیتا ہے' جس کے پیروکار روپے پیسے اور خاندانی بڑائی کی وجہ سے نہیں' بلکہ تقویٰ و طہارت کی وجہ سے مقرب بارگاہ خداوندی ٹھہرتے ہیں' جس میں قادیانی جماعت کی طرح مرزا قادیانی کی آل اولاد اور قادیانی جماعت کے فنڈ میں چندہ دینے کے بجائے معاشرے کے غریب اور نادار افراد کو اپنی زکوٰۃ و صدقات دینے کا حکم دیا جاتا ہے' جس میں جنسی انارکی کی قادیانی روش کے بجائے ضبط نفس اور پاکیزگی اختیار کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ خود ہی سوچئے کہ ایسا بہترین مذہب جو خود اللہ کا پسندیدہ دین ہے' اگر یہ دین غالب نہیں رہے گا تو کیا قادیان کے لوگوں کے ٹکڑوں پر پلنے والے جنسی مریض مرزا غلام احمد قادیانی کا دین غالب آئے گا؟

قادیانی مذہب کی عمارت ڈھے چکی ہے اور اب صرف اس کا ملبہ اٹھایا جانا باقی ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت' علمائے کرام اور تمام مسلمانوں کے تعاون سے اس ملبہ کو اٹھانے کی جدوجہد کر رہی ہے تاکہ جلد سے جلد اس ملبہ کو ٹھکانے لگایا جاسکے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں سے یہ درخواست ہے کہ وہ اس عظیم جدوجہد میں دامے درمے قدمے سخنے شریک ہوکر انسانی معاشرے کی تطہیر کا سامان کریں۔ اس موقع پر ہم مکرر درخواست کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی محافظت کے عظیم کام میں ہر مسلمان کو شریک ہوکر شفاعت نبوی کا حقدار بننا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عظیم کام میں شرکت اور اس سعادت عظمیٰ میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حیات ونزول عیسیٰ علیہ السلام

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ

دنیا میں صرف یہودیوں کا یہ کہنا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مقتول ومصلوب ہو کر دفن ہو گئے اور پھر زندہ نہیں ہوئے' اور ان کے اس خیال کی حقیقت قرآن کریم نے سورۂ نساء کی آیت میں واضح کر دی ہے' اور اس آیت میں بھی "و مکروا و مکر اللہ" میں اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں کے کید اور تدبیر کو خود انہی کی طرف لوٹا دیا کہ جو یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے لئے مکان کے اندر گئے تھے' اللہ تعالیٰ نے انہی میں سے ایک شخص کی شکل وصورت تبدیل کر کے بالکل عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں ڈھال دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا' آیت کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:

"و ما قتلوہ و ما صلبوہ و لکن شبہ لہم."

ترجمہ: "نہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا' نہ سولی چڑھایا' لیکن تدبیر حق نے ان کو شبہ میں ڈال دیا (کہ اپنے ہی آدمی کو قتل کر کے خوش ہو لئے)۔"

اس کی مزید تفصیل سورۂ نساء میں آتی ہے۔

نصاریٰ کا یہ کہنا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام مقتول ومصلوب تو ہو گئے' مگر پھر دوبارہ زندہ کر کے آسمان پر اٹھالئے گئے' مذکورہ آیت نے ان کے اس غلط خیال کی بھی تردید کر دی' اور بتلا دیا کہ جیسے یہودی اپنے ہی آدمی کو قتل کر کے خوشیاں منا رہے تھے' اس سے دھوکا عیسائیوں کو بھی لگ گیا کہ قتل ہونے والے عیسیٰ علیہ السلام ہیں' اس لئے "شبہ لہم" کے مصداق یہودی کی طرح نصاریٰ بھی ہو گئے۔

ان دونوں گروہوں کے بالمقابل اسلام کا وہ عقیدہ ہے جو اس آیت "یعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی الخ" اور دوسری کئی آیتوں میں وضاحت سے بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہودیوں کے ہاتھ سے نجات دینے کے لئے آسمان پر زندہ اٹھالیا' نہ ان کو قتل کیا جا سکا' نہ سولی پر چڑھایا جا سکا' وہ زندہ آسمان پر موجود ہیں اور قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہو کر یہودیوں پر فتح پائیں گے اور آخر میں طبعی موت سے وفات پائیں گے۔

اسی عقیدہ پر تمام امت مسلمہ کا اجماع و اتفاق ہے' حافظ ابن حجرؒ نے "تلخیص الحبیر" صفحہ ۳۱۹ میں یہ اجماع نقل کیا ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات اور حدیث کی متواتر روایات سے یہ عقیدہ اور اس پر اجماع امت ثابت ہے' یہاں اس کی پوری تفصیل کا موقع بھی نہیں اور ضرورت بھی نہیں' کیونکہ علماء امت نے اس مسئلہ کو مستقل کتابوں اور رسالوں میں پورا پورا واضح فرما دیا ہے اور منکرین کے جوابات تفصیل سے دیئے ہیں' ان کا مطالعہ کافی ہے' مثلاً حضرت حجۃ الاسلام مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کی تصنیف بزبان عربی "عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام" حضرت مولانا بدر عالم مہاجر مدنیؒ کی تصنیف بزبان اردو "حیات عیسیٰ علیہ السلام" مولانا سید محمد ادریس صاحب کی تصنیف "حیات مسیح علیہ السلام" اور بھی سینکڑوں چھوٹے بڑے رسائل اس مسئلہ پر مطبوع ومشتہر ہو چکے ہیں' احقر نے بامر استاذ محترم حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ سو سے زائد احادیث جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ اٹھایا جانا اور پھر قرب قیامت میں نازل ہونا بتواتر ثابت ہوتا ہے' ایک مستقل کتاب "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" میں جمع کر دیا ہے' جس کو حواشی وشرح کے ساتھ حلب' شام کے ایک بزرگ علامہ عبدالفتاح ابوغدہ نے بیروت سے چھپوا کر شائع کیا ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے سورۂ زخرف کی آیت "و انہ لعلم للساعۃ" کی تفسیر میں لکھا ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اس معاملے میں متواتر ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قبل قیامت نازل ہونے کی خبر دی ہے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے اور زندہ رہنے، پھر قرب قیامت میں نازل ہونے کا عقیدہ قرآن کریم کی نصوص قطعیہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے، جن کو علمائے امت نے مستقل کتابوں اور رسالوں کی صورت میں شائع کر دیا ہے، جن میں سے بعض کے نام اوپر درج ہیں، مسئلہ کی مکمل تحقیق کے لئے تو انہی کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

یہاں صرف ایک بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں، جس پر نظر کرنے سے ذرا بھی عقل و انصاف ہو تو اس مسئلہ میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی، وہ یہ ہے کہ سورۂ آل عمران کے گیارھویں رکوع میں حق تعالیٰ نے انبیاء سابقین کا ذکر فرمایا تو حضرت آدمؑ، نوحؑ، آل ابراہیمؑ، آل عمران سب کا ذکر ایک ہی آیت میں اجمالاً کرنے پر اکتفا فرمایا، اس کے بعد تقریباً تین رکوع اور بائیس آیتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے خاندان کا ذکر بسط و تفصیل کے ساتھ کیا گیا کہ خود خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جن پر قرآن نازل ہوا، ان کا بھی ذکر اتنی تفصیل کے ساتھ نہیں آیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نانی کا ذکر، ان کی نذر کا بیان، والدہ کی پیدائش، ان کا نام، ان کی تربیت کا تفصیلی ذکر، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بطن مادر میں آنا، پھر ولادت کا مفصل حال، ولادت کے بعد ماں نے کیا کھایا پیا اس کا ذکر، اپنے خاندان میں بچے کو لے کر آنا، ان کے طعن و تشنیع اول ولادت میں ان کو بطور معجزہ گویائی عطا ہونا، پھر جوان ہونا اور قوم کو دعوت دینا، ان کی مخالفت، حواریین کی امداد، یہودیوں کا نرغہ، ان کو زندہ آسمان پر اٹھایا جانا وغیرہ، پھر احادیث متواترہ میں ان کی مزید صفات، شکل و صورت، ہیئت، لباس وغیرہ کی پوری تفصیلات، یہ ایسے حالات ہیں کہ پورے قرآن و حدیث میں کسی نبی و رسول کے حالات اس تفصیل سے بیان نہیں کئے گئے، یہ بات ہر انسان کو دعوت فکر دیتی ہے کہ ایسا کیوں اور کس حکمت سے ہوا؟

ذرا بھی غور کیا جائے تو بات صاف ہو جاتی ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ آخری نبی و رسول ہیں، کوئی دوسرا نبی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والا نہیں، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات میں اس کا بڑا اہتمام فرمایا کہ قیامت تک جو مراحل امت کو پیش آنے والے ہیں، ان کے متعلق ہدایات دے دیں، اس لئے آپؐ نے ایک طرف تو اس کا اہتمام فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قابل اتباع کون لوگ ہوں گے، ان کا تذکرہ اصولی طور پر عام اوصاف کے ساتھ بھی بیان فرمایا، بہت سے حضرات کے نام متعین کر کے بھی امت کو ان کے اتباع کی تاکید فرمائی، اس کے بالمقابل ان گمراہ لوگوں کا بھی پتہ دیا، جن سے امت کے دین کو خطرہ تھا۔

بعد کے آنے والے لوگ گمراہوں میں سب سے بڑا شخص مسیح دجال تھا، جس کا فتنہ سخت گمراہ کن تھا، اس کے اتنے حالات و صفات بیان فرما دیئے کہ اس کے آنے کے وقت امت کو اس کے گمراہ ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے، اسی طرح بعد کے آنے والے مصلحین اور قابل اقتداء بزرگوں میں سے سب سے زیادہ بڑے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جن کو حق تعالیٰ نے نبوت و رسالت سے نوازا، اور فتنہ دجال میں امت مسلمہ کی امداد کے لئے ان کو آسمان میں زندہ رکھا اور قرب قیامت میں ان کو قتل دجال کے لئے مامور فرمایا، اس لئے ضرورت تھی کہ ان کے حالات و صفات بھی امت کو ایسے واشگاف بتلائے جائیں، جن کے بعد نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت کسی انسان کو ان کے پہچاننے میں کوئی شک و شبہ نہ رہ جائے۔

اس میں بہت سے احکام و مصالح ہیں، اول یہ کہ اگر امت کو ان کے پہچاننے ہی میں اشکال پیش آیا، تو ان کے نزول کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا، امت مسلمہ ان کے ساتھ نہ لگے گی، تو وہ امت کی امداد و نصرت کس طرح فرمائیں گے؟

دوسرے یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ اس وقت فرائض نبوت و رسالت پر مامور ہو کر دنیا میں نہ آئیں گے، بلکہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت و امامت کے لئے بحیثیت خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے، مگر ذاتی طور پر جو ان کو منصب نبوت و رسالت حاصل ہے، اس سے معزول بھی نہ ہوں گے، بلکہ اس وقت ان کی مثال اس گورنر کی سی ہوگی، جو اپنے صوبے کا گورنر ہے، مگر کسی ضرورت سے دوسرے صوبے میں چلا گیا ہے، تو وہ اگرچہ

باقی صفحہ 23پر

اسلام اور انسانی حقوق

مفتی احتشام الحق آسیا آبادی

دنیا بار بار امن و امان، سکون و سلامتی اور حقوق انسانی کا نام لینے کے باوجود ظلم و زیادتی اور بدامنی میں جس بری طرح پھنسی ہوئی ہے، وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں قتل و خونریزی سے انسانیت جس طرح کانپ اٹھی ہے، اس سے کوئی باخبر انسان انکار نہیں کرسکتا، کاش کہ ارباب اقتدار اس کے اصل سبب کا کھوج لگاتے اور اسلام کے نظام امن وسلامتی کا بغور مطالعہ کرتے تو نظام امن و سلامتی کے صحیح خدوخال ان کے سامنے آجاتے اور حقوق انسانی کا گھمبیر مسئلہ حل ہوکر دنیا کی بہت ساری گتھیاں سلجھ جاتیں اور آج دنیا واویلا کرنے کے بجائے سکون کی زندگی گزارنے میں کامیاب ہوجاتی۔

یہ تو سب جانتے ہیں کہ جس وقت اسلام ایک آئین، ایک مکمل ضابطہ حیات کی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا گیا، اس وقت پوری دنیا بربادی کی انتہائی سرحدوں کو عبور کرچکی تھی، یہاں انسان اپنی انسانیت کھوچکا تھا اور امن وامان اور ایک دوسرے کے حقوق دینے دلانے کا نام بھی حرف غلط کی طرح مٹ چکا تھا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نازک ترین موقع پر انسانوں کی جس طرح رہنمائی کی اور انسانیت کے تن مردہ میں جس خوبی کے ساتھ جان ڈال دی، وہ اپنی مثال آپ ہے۔

آپ ﷺ نے امن و امان اور حقوق انسانی کی بحالی کے لئے جزوی اصلاحات پر اکتفا نہ کیا بلکہ حقوق انسانی کا عالمی منشور روشناس کرایا، جس کی ایک جامع ترین شکل حجۃ الوداع کے خطبہ کی صورت میں آج تک دنیا کے سامنے ہے۔

حقوق انسانی کی پامالی کہیں یا امن وامان کی بدحالی، اگر آپ تاریخ عالم کو سامنے رکھ کر غور کریں گے تو اس کا بنیادی سبب یہی نظر آئے گا کہ لوگ دوسروں کو وہ حق دینے کے لئے تیار نہیں، جس کا وہ ان سے مطالبہ کرتے ہیں، اس کو انسان کی تنگ نظری کا نام بھی دیا جاسکتا ہے، جو کبھی مذہبی رنگ لے کر دوسروں کا حق چھین لیتی ہے، تو کہیں یہ رنگ و نسل کا روپ دھار لیتی ہے، کبھی یہ طاقتور اور کمزور کا مسئلہ بن کر معرکہ آرائی کے لئے میدان کارزار گرم کرتی ہے، اور کبھی یہ وطن اور ملکی حدود کے تعصب میں مبتلا کرکے انسانیت کا خون چوس لیتی ہے۔

حقوق انسانی کی تاریخ اور ارتقاء:

انسانی حقوق کی واقعی تاریخ تو اتنی ہی پرانی ہے، جتنی خود بنی نوع انسان کی اپنی تاریخ ہے۔ اہل مغرب یوں تو پوری بنی نوع انسان کے ''بنیادی انسانی حقوق'' کے دعویدار ہیں، لیکن حقیقت حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ مغربی دنیا میں انسانی حقوق کے حوالے سے چند قوانین متعارف کرائے گئے ہیں، جن میں اقوام متحدہ کے ''منشور انسانی حقوق'' اور امریکا کی ''دس ترمیمات'' وغیرہ قابل ذکر ہیں، مگر یہ سب کے سب تصوراتی اور علاقائی و نسلی نوعیت کے قوانین ہیں، جو ان کے اپنے مخصوص علاقائی، معاشرتی اور سیاسی حالات کی پیداوار ہیں۔

مغربی دنیا کا انسانی حقوق کے سلسلے میں تاریخی سفر تیرھویں صدی کے اوائل سے شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ ''میگنا کارٹا'' کی دستاویز مورخہ ۱۵/ جون ۱۲۱۵ء کو جاری کی گئی، اس سے قبل مغربی دنیا انسانی حقوق کے تصور سے یکسر خالی نظر آتی ہے۔

اقوام متحدہ کا ''انسانی حقوق کا چارٹر'' دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ حجۃ الوداع کا چربہ ہے، نیز ان تمام مغربی چارٹرز کے پیچھے کوئی قوت نافذہ بھی نہیں ہے۔

اس کے برعکس اسلامی دنیا کافی عرصہ پہلے سے انسانی حقوق کے تصور سے نہ صرف آگاہ تھی، بلکہ اس کے پاس اس کا واضح منشور، اس کے لئے عملی قوت نافذہ خوف خدا کی بنیادوں پر قائم و استوار تھی، چنانچہ انسانیت کے عظیم محسن، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کے دوران یہ منشور پیش کرکے اسے عملاً نافذ بھی فرمایا۔

خطبہ حجۃ الوداع ۹/ذی الحجہ ۱۰ھ بروز جمعہ مطابق ۶/مارچ ۶۳۲ء کو انسانی حقوق کا اسلامی منشور جاری کیا گیا‘ یہ ساتویں صدی عیسوی کے ابتدا کی بات ہے۔

انسانی حقوق پر مشتمل تاریخ ساز دفعات جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کی ہمہ گیر دستاویز انسانی حقوق میں انسانیت کے احترام اور حقوق کے تحفظ ونفاذ کے سلسلہ میں جاری فرمائیں‘ وہ مغربی دنیا کے انسانی حقوق چارٹر کے آغاز وارتقاء تک تمام انسانی حقوق کے منشور اور دستاویز پر فوقیت رکھتی ہیں۔

اس مثالی اور تاریخ ساز خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کے نام ”منشور انسانی حقوق“ کے محض رسمی فرمان اور اجراء پر اکتفا نہیں فرمایا‘ بلکہ اس کے تحفظ اور عملی نفاذ کے لئے موثر و مربوط عملی اقدامات فرما کر اپنی حیات طیبہ میں اپنے قائم کردہ مدنی معاشرے میں اسے نافذ العمل فرمایا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ حجۃ الوداع کو اس لحاظ سے بھی فوقیت حاصل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ منشور انسانیت دائمی اور عالمگیر حیثیت کا حامل ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم محض عربوں کے پیغمبر نہ تھے بلکہ وہ پیغمبر عالم بن کر دنیا کی ہدایت اور انسانیت کی رہنمائی کے لئے عالمگیر دین اسلام اور ابدی تعلیمات لے کر دنیا میں تشریف لائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نوع انسان کو حقوق وفرائض کا جو مثالی اور ہمہ گیر منشور عطا فرمایا ہے‘ وہ عالمگیر اور پوری دنیائے انسانیت کے لئے ہے‘ وہ مغرب کے نظریہ حقوق کی طرح محض تصورات اور قیاس وافکار پر مرتبہ دستور نہیں‘ بلکہ خالق انسانیت کا انسانیت کی فلاح وصلاح کے لئے ضامن منشور انسانیت ہے‘ وہ نہ مغرب کے تصور حقوق کی طرح علاقائیت‘ وطنیت‘ قومیت اور مخصوص اقوام کے تحفظ کا دستور ہے‘ نہ اس میں محض ایک مخصوص رنگ ونسل کی قوم کو حقوق عطا کر کے ان کے مفادات کا تحفظ کیا گیا ہے۔

یہ تاریخی اور تقابلی جائزہ‘ اس تاریخی اور ناقابل تردید حقیقت کا اظہار ہے کہ انسانیت کے محسن اعظم‘ سید العرب والعجم‘ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا منشور انسانیت ”خطبہ حجۃ الوداع“ عالمگیر ہونے کے اعتبار سے‘ بلکہ ہر معیار کے لحاظ سے‘ نام ونہاد دساتیر حقوق پر ابدی وتاریخی فوقیت واولیت رکھتا ہے‘ اور اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ یہ حقوق انسانی کا اولین‘ جامع ترین‘ موثر ترین‘ مثالی اور بے نظیر نافذ العمل منشور ہے۔

اسلام کا جامع تصور انسانی حقوق:

اسلام کے جامع تصور انسانی حقوق کا ہم ذیل کے چند بنیادی عنوانات کے حوالے سے ایک خلاصہ پیش کریں گے:

۱:...... انفرادی حقوق‘
۲:...... سماجی حقوق‘
۳:...... اقتصادی حقوق‘
۴:...... سیاسی حقوق وغیرہ۔

انفرادی حقوق:

اسلام نے ایک صالح نظام زندگی کی تشکیل جس حسین پیرائے میں کی ہے‘ اس کا نقشہ کچھ یوں ہے کہ انسانی تربیت‘ وتعلیم کے بعض معاملات کو معروف ومنکر کے درجے میں رکھ کر ان کی ترغیب وترہیب کا پہلو اختیار کیا ہے اور اسے خوف خدا اور احساس ذمہ داری کا ایک ایسا عنوان دیا ہے کہ انفرادی طور پر آزاد رہتے ہوئے فرد کوئی ایسا کام نہیں کرتا‘ جس سے معاشرہ اور خود اس شخص کو نقصان پہنچتا ہو‘ نیز قانونی طور پر شریعت اسلامی نے فرد کو اخلاقی دائرے میں رہتے ہوئے گونا گوں آزادیاں دے رکھی ہیں‘ جس کے نتیجے میں انسانوں کی انفرادی واجتماعی زندگی سکون اور امن وآشتی کی گود میں سدا بہار رہتی ہے‘ ذیل میں ہم انسانی حقوق کے حوالے سے چند گزارشات پیش کرتے ہیں:

۱:...... مذہبی آزادی:

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

”لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی.“ (سورۂ بقرہ:۲۵۶)

ترجمہ: ”دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے‘ بہتری کی بات غلط باتوں سے چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔“

اسلام نے یہ پیرایہ پسند کیا ہے کہ لوگ دلیل اور حجت سے صحیح اور غلط کا ادراک کرلیں‘ نہ کہ جبر واکراہ سے ایمان لے آئیں‘ چنانچہ قرآن شریف میں ارشاد ہے:

”اگر تمہارا رب چاہتا تو روئے زمین کے تمام لوگ ایمان لے آتے‘ تو کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے کہ ایمان لے آئیں؟“ (سورۂ یونس:۹۹)

آیت صاف بتلارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو ایمان لانے کی ترغیب دینے کے ساتھ ساتھ ان کو یہ آزادی بھی دیتے ہیں کہ وہ ایماندار بنیں یا نہ بنیں‘ وہ اطاعت کریں یا نافرمانی۔ یہ الگ بات ہے کہ اس آزادی سے غلط فائدہ اٹھانے والوں کو آخرت میں نقصان کا اندیشہ بلکہ یقین ہے‘ جس کی رہبری کی گئی ہے۔

دنیا جانتی ہے کہ دین کے معاملہ میں کسی پر اسلام قبول کرنے کے لئے کوئی زبردستی نہیں کی جاتی بلکہ دین قبول کرنے کے معاملے میں فرد کو مکمل آزادی دی گئی ہے۔ ویسے بھی جس دین کی حقانیت آفتاب کی مانند روشن ہو‘ اس کے قبول کرنے پر کسی کو مجبور کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں کسی دین کو قبول کرنے کا تعلق جب دل اور وجدان سے ہے تو اس میں تبلیغ و ترغیب کا اسلوب تو کارآمد ہو سکتا ہے‘ لیکن زور زبردستی کا یہاں کوئی دخل نہیں ہوتا۔

مشہور مفسر و مورخ علامہ ابن کثیرؒ دمشقی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

”بنو سالم بن عوف کے کوئی انصاری بزرگ مسلمان ہوئے تھے۔ ان کے دو لڑکے نصرانی تھے‘ وہ خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ کیا مجھے یہ حق حاصل ہے کہ میں اپنے دونوں لڑکوں کو اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور کروں؟ اسی درخواست کے جواب میں آیت: ”لا اکراہ فی الدین“ نازل ہوئی۔“ (۳۱۲/۱)

یہاں پر ہم مذہبی رواداری یا مذہبی آزادی کے حوالہ سے ڈاکٹر گستاؤلی بان کے حوالے سے ذیل میں چند سطور کا حوالہ دینا ضروری سمجھتے ہیں‘ وہ لکھتے ہیں:

”بیت المقدس کی فتح کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اخلاق ہم پر ثابت کرتا ہے کہ ملک گیرانِ اسلام‘ اقوام مفتوحہ کے ساتھ کیا نرم سلوک کرتے ہیں اور یہ سلوک اس مدارات کے مقابل میں جو صلیبیوں نے اس شہر کے باشندوں سے کئی صدی بعد کی نہایت حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے...... اس وقت حضرت عمرؓ نے منادی کرادی کہ میں ذمہ دار ہوں کہ باشندگان شہر کے مال اور ان کی عبادت گاہوں کی حرمت کی جائے گی اور مسلمان عیسائی گرجوں میں نماز پڑھنے کے مجاز نہ ہوں گے۔“ (تمدن عرب ص:۱۳۱‘۱۳۲)

جو سلوک عمرو بن العاصؓ نے مصریوں کے ساتھ کیا وہ اس سے کم نہ تھا۔ انہوں نے باشندگان مصر سے وعدہ کیا کہ پوری مذہبی آزادی‘ پورا انصاف‘ بلا رورعایت اور جائیداد کی ملکیت کے پورے حقوق دیئے جائیں گے‘ اور ان ظالمانہ اور غیر محدود مطالبات کے عوض میں جو شاہ یونان ان سے وصول کرتے تھے‘ صرف ایک معمولی سالانہ جزیہ لیا جائے گا‘ جس کی مقدار فی کس دس روپے تھی۔ (تمدن عرب ص:۱۳۲)

”عربوں نے اپنی رعایا کے ساتھ نہایت انصاف وانسانیت کا برتاؤ کیا اور ان کو پوری مذہبی آزادی دی‘ ان کے عہد میں کلیسا مشرقی اور مغربی دونوں کے رئیس الاساقفہ کو اس قدر آرام ملا جو انہیں اس وقت ہرگز نصیب نہیں ہوا تھا۔“ (تمدن عرب ص:۱۳۹)

۲:......انسانی عزت ووقار کے تحفظ کا حق:

اسلام نے ایک دوسرے کی عزت نفس کو مجروح کرنے کو بہت بڑا جرم قرار دیا ہے‘ کسی انسان کی دل آزاری کرنا‘ بلا کسی ثابت شدہ وجہ کے کسی سے بدگمانی کرنا یا بدگمان رہنا‘ کسی کی عزت پر حملہ کرنا‘ کسی کو برے القاب سے یاد کرنا‘ کسی کی برائیوں کا بلاوجہ اظہار اور ان جیسے سینکڑوں مسائل ہیں‘ جن میں سے بعض کو اخلاقی اور بعض کو قانونی جرم قرار دیا گیا ہے‘ کسی عام انسانی معاشرے میں کسی کی عزت ووقار کا قائم رکھنا بہت بڑا انسانی حق ہے‘ جس کی اسلام نے بھرپور ضمانت دی ہے۔ قرآن کریم کی سورۂ حجرات میں ہے:

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو‘ نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں‘ ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں‘ ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں‘ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔“

اسلام نے یہ ہدایت کی ہے کہ ہر انسان کی اپنی جگہ پر عزت نفس اسی وقت قائم رہ سکتی ہے جب آپ دوسرے کی عزت نفس کا خیال رکھیں گے‘ گویا یہ انفرادی حق درحقیقت اجتماعی انسانی حقوق کا ضامن بن سکتا ہے۔ چنانچہ مسند احمد اور ابوداؤد میں حدیث ہے:

”حسن الظن من العبادۃ“

ترجمہ: ”حسن ظن رکھنا بہترین عبادت ہے۔“

بغض‘ حسد اور غیبت وغیرہ سے بچنا یا بچانا وہ انفرادی حقوق ہیں‘ جن سے نہ صرف اپنی عزت ووقار کا تحفظ ہوتا ہے بلکہ ان ہدایات پر عمل کرتے ہوئے بہت سارے اجتماعی حقوق کی بھی پاسداری ہوتی ہے۔

☆☆......☆☆

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

محمد ارشد فیضی دربھنگوی

ابتدائیہ:

دسویں صدی ہجری اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہی تھی۔ ادھر بعثت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی ایک ہزار سال ہونے والے تھے کہ اچانک قوانین اسلام کو عجیب و غریب حالات سے سابقہ پڑنے لگا، جس کے نتیجے میں پورا عالم ضلالت وگمراہی کا گہوارہ بننے لگا، یہ اس دور کی المناک داستان ہے جس وقت ہندوستان کا تخت شاہی اکبرنامی جاہل شخص کے ہاتھوں میں آپڑا تھا، جو امت مسلمہ کے لئے کسی المیہ سے کم نہیں تھا۔

اکبر چونکہ بہت چھوٹی عمر میں حکومت کے تاج کا مالک بن بیٹھا، اس وجہ سے مال و دولت کی ہوس بہت جلد اس کے دل و دماغ میں گھر کر گئی اور وہ اس رو میں اس طرح بہنے لگا کہ حقیقت شناسی اس کے ذہن سے جاتی رہی، جس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ وہ تمام احکام شرع کو پس پشت ڈال کر پوری انسانیت کو جاہلانہ و غیر اسلامیانہ رسم و رواج میں جکڑنے کا ناپاک منصوبہ تیار کرنے لگا۔

مسلمانوں کی دینی وملی زندگی پستی کی قدم بوسی کرنے لگی۔ اسلامی تہذیب وتمدن موت و زیست کی کشمکش سے دوچار ہونے لگی، گمراہ کن تحریکیں پورے ہندوستان سے اسلام کا نام و نشان مٹانے کا خواب دیکھنے لگیں۔

اکبر کی ستم ظریفی تو اس حد تک جا پہنچی کہ اس نے کسی ملحد کے بہکانے میں آکر کہ "دین محمدی میں اضمحلال آنے لگا ہے، جس کی تجدید ناگزیر ہے" کا اعلان کرکے دین محمدیؐ کے خاتمے کا اعلان کرکے "دین الٰہی" کے نام سے ایک نئے دین کا اعلان کر دیا، جس کا جال دھیرے دھیرے پورے ہندوستان میں پھیلنے لگا۔ اس کے در پردہ کیا راز مضمر تھا، اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

الغرض یہ ایسا دور تھا، جب کہ پوری انسانیت نازک موڑ سے گزر رہی تھی، جس کو دیکھ کر ایک دور اندیش شخص کے لئے یہ فیصلہ کرنا ہرگز محال نہ تھا کہ اگر یہی صورت حال رہی تو پورے عالم اسلام سے اسلام کی حقانیت روپوش ہوسکتی ہے۔

چنانچہ امت کو ایسے نازک جھاڑی سے نکال باہر کرنے کے لئے کسی ایسے مرد مجاہد اور دین کے داعی کی ضرورت تھی جو ان تمام فتنوں سے پنجہ آزمائی کرکے ان کو موت کی نیند سلادے۔

چنانچہ قدرت خداوندی نے کرشمہ سازی کی اور اپنی قدرت کاملہ کے ذریعہ ایک ایسی بے مثال شخصیت کا انتخاب عمل میں لایا جس نے اس روئے زمین پر آنکھیں کھولتے ہی ان تمام فتنوں کو بھانپ لیا اور ان کی سرکوبی کے ساتھ ساتھ ایک مختصر سے عرصہ میں اعلائے کلمۃ اللہ کا ایسا انقلاب برپا کر دیا کہ آج تک عقل انسانی حیران ہے، نیز انہوں نے دین محمدیؐ کے ان قوانین کی بھی تجدید کی جو اکبر کے دور خلافت میں طاق نسیاں پر رکھ دیئے گئے تھے۔

یہ خوش قسمت ذات جس کو رحمت خداوندی نے تجدید دین کے لئے منتخب فرمایا، وہی ہیں جن کو آج پوری دنیا "شیخ احمد سرہندی" (مجدد الف ثانی) کے نام سے جانتی ہے۔

ولادت اور سلسلۂ نسب:

آپ کی ولادت باسعادت جیسا کہ تاریخ کے اوراق اس کی شہادت دیتے ہیں، ۱۴/شوال ۹۷۱ھ بروز جمعہ پنجاب کے ایک علاقہ سرہند میں ہوئی، جہاں کابل سے آپ کا خاندان آکر قیام پذیر ہوا تھا۔

مورخین کے بقول آپ کی ولادت اس خواب کی تعبیر تھی جس کو آپ کے والد بزرگوار

نے اکبری فتنہ کے بڑھتے ہوئے حالات میں دیکھا تھا' جس کو خود تاریخ کی زبانی سنئے:

''وہ کیا دیکھتے ہیں کہ پوری دنیا میں تاریکی پھیلی ہوئی ہے' سور' بندر' ریچھ لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں' یکا یک (والد بزرگوار کے) سینہ سے ایک نور نکلتا ہے' جس سے ایک تخت نمودار ہوتا ہے' تخت پر ایک شخص تکیہ لگائے بیٹھا ہے اور اس کے سامنے تمام ظالم' بے دین اور ملحد بھیڑ بکری کی طرح ذبح کئے جا رہے ہیں' ساتھ ہی ساتھ کوئی شخص بلند آواز سے: ''جاء الحق و زهق الباطل'' کا نعرہ لگانے میں مصروف ہے۔'' (علماً ہند کا شاندار ماضی ج:۱صفحہ۲' تاریخ دعوت و عزیمت ج:۴' ص:۴۴)

چونکہ آپ کے والد بھی بزرگی کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے' اس لئے اللہ رب العزت نے آپ کی شکل میں ان کا خواب سچ کر دکھایا' آپ کی ولادت سے آپ کے والد کا دل کھل اٹھا اور بچپن ہی سے وہ آپ کو راہ کامرانی پر لا کھڑا کرنے کی حتی الوسع سعی میں مصروف ہو گئے اور آپ کو کمالات کے اس درجہ تک پہنچا دیا کہ ان کے سامنے اچھے اچھے صاحب بصیرت لوگوں کی نگاہیں جھک جایا کرتی تھیں۔

آپ کے والد نے آپ کی عظمت شان کو دیکھ کر آپ کے لئے احمد نام کا انتخاب فرمایا' آپ کی شان کو نمایاں کرنے کے لئے یہی کیا کم ہے کہ آپ کا سلسلۂ نسب تقریباً ۳۱ واسطوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک جا ملتا ہے' جس کی تفصیل اس طرح ہے:

''حضرت شیخ احمد سرہندی ''مجدد الف ثانی'' بن مخدوم عبدالاحد بن زین العابدین بن عبدالحی بن محمد بن حبیب اللہ بن امام رفیع الدین بن نصیر الدین بن سلیمان بن یوسف بن اسحاق بن عبداللہ بن شعیب بن احمد بن یوسف بن شہاب الدین علی فرخ شاہ بن نور الدین بن نصیر الدین بن محمود بن سلیمان بن مسعود بن عبداللہ الواعظ الاصغر بن عبداللہ الواعظ الاکبر بن ابوالفتح بن اسحاق بن ابراہیم بن ناصر بن عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عبداللہ بن عمر فاروقؓ۔'' (تاریخ دعوت و عزیمت ج:۴' ص:۱۳۴' مکتوب ۱۱۰ جلد اول ص:۱۳۱' علماً ہند کا شاندار ماضی' ج:۱ص:۳)

آپ کی تعلیمی سرگرمیاں:

آپ کی ولادت چونکہ ایسے خانوادے میں ہوئی تھی جو برسوں سے علم و عمل کا گہوارہ بنا ہوا تھا' چنانچہ آپ کے والد کی نظر شفقت اور کوششوں نے بہت چھوٹی عمر میں آپ کے قلب کو تحصیل علم کی طرف مبذول کر دیا' جس کے نتیجے میں آپ کی تعلیم کا آغاز ہو گیا' کچھ دنوں تک تو آپ کا تعلیمی سلسلہ والد بزرگوار سے منسلک رہا' اسی وقت سے آپ کے ذہن نے خداداد جوہر دکھلانے شروع کر دیئے اور دقیق سے دقیق مضامین کو بہت جلد اخذ کر لینے اور اس کو اپنی زبان میں پرونے کا ملکہ پیدا ہو گیا' مگر اتنی باتوں کے باوجود بھی والد کی محبت کچھ زیادہ دنوں تک آپ کا ساتھ نہ دے سکی اور مزید علم میں گہرائی و گیرائی پیدا کرنے کی خواہش نے آپ کو سیالکوٹ حضرت مولانا کمال کشمیری کی خدمت میں جانے پر مجبور کر دیا' جہاں آپ کو منطق و فلسفہ' علم کلام اور اصول فقہ کا امام بنا تھا' یہ سب کچھ ہو رہا تھا مگر حدیث و تفسیر کا درس لینا ابھی تک باقی تھا' چنانچہ اس سوچ نے یکے بعد دیگرے حضرت مولانا یعقوب صاحب اور قاضی بہلول صاحب کی گود میں آپ کو ڈال دیا' جن کی خصوصی توجہ نے آپ کو حدیث و تفسیر کا ایسا ماہر بنا دیا' جس کی نظیر ملنی مشکل ہے' اس طرح آپ اپنی عمر کی سترہ منازل طے کر گئے اور آپ کو فارغ التحصیل ہونے کا خطاب دے کر آپ کے سلسلۂ تعلیم کو روک دیا گیا۔ (علماً ہند کا شاندار ماضی ج:۱' ص:۳' تاریخ دعوت و عزیمت' ج:۴ ص:۱۴۴' ۱۴۵)

تدریسی خدمات:

درس و تدریس سے چونکہ آپ کو خاص شغف ہو گیا تھا' اس لئے فراغت کے بعد آپ نے تدریسی ماحول میں قدم رکھا جس پر آپ کافی دنوں تک قائم رہے' درس و تدریس کے ساتھ ساتھ بدعات و خرافات کی اصلاح اور باطل فرقوں کے خلاف رسالے شائع کرنا آپ کا ایک انفرادی ذوق بن گیا' جس پر عمل پیرا ہونے کی آپ حتی الوسع سعی کرنے لگے' اس سلسلے میں مورخین لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنی اس نیک خواہش کو اوج ثریا پر لا کھڑا کرنے کی غرض سے ابوالفضل فیضی کو اپنا مشیر کار بنا کر رسالے جاری کرنے شروع کئے' مگر اختلاف ذوق و مسلک کی وجہ سے اس کے ساتھ آپ کا تعلق کچھ زیادہ

دنوں تک قائم نہ رہ سکا' اس کے بعد درس و تدریس ہی کو آپ نے اپنا مقصود اصلی بنا کر کچھ دنوں تک کے لئے آگرہ میں قیام کرنے کا فیصلہ کرلیا اور اس کام کو انجام دینے میں مشغول ہوگئے' جہاں بہت سارے لوگوں نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرکے اپنی علمی صلاحیت کو اجاگر کیا۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ج:۴ ص:۱۴۶' علمائے ہند کا شاندار ماضی ج:۱ ص:۸'۹)

اصلاح باطنی کی کوشش:

آپ کی ولادت جس نازک دور میں تجدیدی کارنامے کو انجام دینے کے لئے ہوئی تھی' اس کی بھی ایک لمبی اور المناک داستان ہے' جس کا اجمالی تذکرہ ابتدائیہ کے ضمن میں آیا' خلاصہ کی شکل میں اس کو اس طرح پیش کیا جارہا ہے کہ تصوف' اسلامی معاشرہ اور ماحول میں اس طرح گھل مل گیا تھا کہ وہ اس کا مزاج و مذاق بن گیا تھا' ہرکوئی کسی کی بات کو اس وقت تک تسلیم کرنے سے منکر تھا' جب تک اس کا تعلق کسی صاحب نسبت شخص سے ہونا ثابت نہ ہوجاتا' چنانچہ قدرت خداوندی نے آپ کے ذہن کو باطنی اصلاح کی غرض اور بیعت وسلوک کی سند حاصل کرنے کی خاطر صوفیائے کرام کی طرف پھیر دیا تاکہ آپ کو اپنا فرض منصبی پورا کرنے میں کسی رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑے' دوسری طرف آپ کے دل سے یہ بات ٹکرا چکی تھی کہ تصوف وسلوک' قوت روحانی اور نور باطنی کے بغیر امت کی اصلاح وانقلاب کے لئے قدم بڑھانا بغیر ہتھیار کے جہاد کرنے کے مترادف ہے' اسی لئے آپ نے بیعت وسلوک کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کے لئے اس راہ میں آنے والے تمام مصائب کو خوش روئی کے ساتھ جھیلتے ہوئے اس فن کے ماہر علمائے کرام کی طرف رخ کرنا شروع کردیا' (آپ کو اپنے والد ماجد سے سلسلہ عالیہ چشتیہ اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں اجازت وخلافت بھی حاصل ہوگئی)۔

اسی اثنا میں قدرت خداوندی نے آپ کو حج کا مکلف بنادیا' ابھی آپ اس کی تیاری میں مصروف تھے کہ اسی دوران حضرت ملا حسن کشمیری کی زبانی آپ کے کانوں سے حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی احراری کا نام ٹکرایا' جن کے دامن سلوک کو پکڑ کر بیشتر لوگ اپنی اصلاح باطنی میں مشغول تھے' آپ کے دل میں بھی ان سے ملاقات کا جذبہ پیدا ہوا' چنانچہ آپ نے حج کے ارادے کو ترک کرکے دہلی کے لئے رخت سفر باندھ لیا اور جاکر اپنے مقصد کی تکمیل کی' حضرت خواجہ باقی باللہ بھی چونکہ پایہ کے بزرگ تھے' اس لئے حضرت مجدد صاحب کی شخصیت کو پہچاننے میں ان کو تاخیر نہ ہوئی' انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ وہی ذات ہے جن کی عظمت وشان کو باور کرانے کی خاطر ہمیں خواب دکھلایا گیا تھا' جن کو خود ان کی زبانی سنئے:

''وہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اپنے وطن اصلی کابل سے ہندوستان آنے کے سلسلے میں استخارہ کیا تو معلوم ہوا کہ ایک خوبصورت طوطی جو بیٹھی گفتگو کرتا ہے' ان کے ہاتھ میں آکر پڑ گیا ہے' وہ اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالتے ہیں اور وہ طوطی اپنی منقار سے ان کے منہ میں شکر دے رہا ہے۔''

چونکہ آپ حضرت مجدد صاحب کی پوری حقیقت سے آشنا ہوچکے تھے' اس لئے آپ نے ان پر ایسی خصوصی توجہ فرمائی جس نے حضرت مجدد صاحب کو سلسلہ نقشبندیہ کا بدر کامل بنادیا' آپ کے مناقب اعلیٰ کو دیکھ کر حضرت باقی اللہ نے کچھ دنوں کے لئے دہلی میں ہی آپ سے قیام کرنے کی درخواست کی' جس کو آپ نے قبول فرمالیا۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ج:۴' ص:۱۵۵)

عوام کی اصلاح میں آپ کا قدم:

آپ نے اپنے شیخ سے اکتساب فیض کے بعد سرہند ہی کو اپنا مسکن دائمی بنالیا' آپ کی شہرت چونکہ حدود ہند سے تجاوز کرکے تقریباً پورے عالم میں پھیل گئی تھی' اس لئے بیعت و سلوک کی غرض سے آپ کے پاس آنے والے لوگوں کا تانتا بندھ گیا' مگر اس وقت تک بھی آپ کو اپنے اندر کمی کا احساس تھا' جس کی وجہ سے عوام الناس کے سامنے اپنی اضمحلال طبعی کی شکایت کرکے اس سے انکار کردیا مگر:

''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی''

عوام الناس نے آپ کے اس انکار کو کسر نفسی پر محمول کرتے ہوئے اپنے اصرار میں شدت پیدا کردی' بالآخر ان کا اصرار آپ کے اضمحلال طبع پر غالب آگیا' نتیجتاً آپ ایک اور نئے دور میں قدم رکھتے ہوئے امت کی اصلاح باطنی میں مشغول ہوگئے' جس کا سلسلہ ایک طویل مدت تک جاری رہا۔ (مکتوبات' مکتوب ۲۹۰ دفتر اوّل' زبدۃ المقامات ص:۱۵۷' تاریخ دعوت وعزیمت ج:۴' ص:۲۰۷)

اکبر کی زندگی کا اجمالی جائزہ:

آپ کی ولادت سے چونکہ اوّل مرحلہ پر اکبری فتنہ کی سرکوبی منظور تھی' جس کو آپ نے نہایت ہی مجاہدانہ طور پر انجام دیا' لہٰذا آپ کے تجدیدی کارناموں پر روشنی ڈالنے سے قبل اکبر کی زندگی کا سرسری جائزہ لیتے ہیں تاکہ مقصود اصلی تک رسائی آسانی سے ہو۔

عہد اکبری اور ہندوستان کے تمام مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اکبر ۵/رجب ۹۴۹ھ میں پیدا ہوا' اس کے والد نے اس کی ابتدائی تعلیم کے لئے ملا حسام الدین کا انتخاب کیا' مگر ان کی تمام تر کوششوں کے باوجود چند وجوہات کے سبب اکبر کا تعلیمی سلسلہ کچھ زیادہ دنوں تک قائم نہ رہ سکا' نتیجتاً اکبر کو علم سے کورا رہنا پڑا۔

واضح رہے کہ اکبر جس وقت پیدا ہوا' اس وقت ہندوستان کے تخت پر ہمایوں جلوہ افروز تھا' مگر وہ بہت جلد وفات پا گیا' اکبر کے ذہن کی وسعت کو دیکھ کر ہمایوں کی جگہ اکبر کو دے دی گئی۔

تاریخ گواہ ہے کہ اکبر کی تخت نشینی نہ صرف ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہوئی بلکہ خوش عقیدگی' غلو کے ساتھ اس کا آغاز ہوا۔ (علماً ہند کا شاندار ماضی' ج:۱' ص:۱۲ تا ۱۴' تاریخ دعوت و عزیمت ج:۴' ص:۴۰، ۷۷)

کیا اکبر ابتدا سے زندیق تھا؟

اوپر کے اس بیان سے یقیناً ذہنوں میں سوال اٹھتا ہے کہ کیا اکبر شروع سے ہی باطل العقیدہ تھا؟ یا بعد کی تبدیلی نے اس کی زندگی خراب کی تھی؟

اس سلسلے میں اگر ہم تاریخ کے اوراق میں جھانک کر اکبر کے ابتدائی احوال کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ اکبر ابتدا میں نہایت ہی دور اندیش اور اسلام پسند شخص تھا' جس کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

مورخین کے بقول خلاف شرع کاموں پر سزائیں دینا' بزرگوں کے مزارات پر فاتحہ کی غرض سے حاضری دینا' علماً وصلحاً کی مجلسوں کی پابندی اور پوری امت کو دین کی تعلیم کی دعوت دینا اکبر کا خصوصی عمل تھا۔

اس وقت کے ایک مشہور مورخ شیخ عبدالرزاق' اکبر کی حالت کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''اکبر احکام شرعیہ کے اجرا' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے برابر کوشاں رہتا تھا۔'' (علماً ہند کا شاندار ماضی ج:۱ ص:۳۸' تاریخ دعوت وعزیمت ج:۴ ص:۷۶، ۷۷)

اکبر کے عمل کے چند نمونے:

۱:...... اکبر نے عزم کیا تھا کہ وہ اپنے لڑکے کی ولادت پر پیدل اجمیر کا سفر کرے گا' جس کو اس نے اپنے لڑکے سلیم کی ولادت کے بعد پورا کیا' واپسی میں دہلی میں رک کر بزرگوں کے مزارات کی زیارت کی۔

۲:...... اکبر کا ایک خاص عبادت خانہ تھا جس میں وہ دن رات ''یا ھو'' ''یا ہادی'' کے ورد میں مشغول رہتا تھا۔

۳:...... عبادت خانے میں وہ ہر جمعہ کو علماً وصلحاً کو جمع کرتا اور ان سے مسائل کی تحقیق کرواتا۔

۴:...... اکبر کی خدمت کا سب سے بڑا نمونہ یہ ہے کہ اس نے قاضی جلال الدین کے ہاتھوں قرآن کی تفسیر کروائی۔

۵:...... اکبر کا ایک خاص ذوق یہ تھا کہ اس نے اپنی امامت کے لئے سات اماموں کا انتخاب کر رکھا تھا جو اس کو یکے بعد دیگرے پورے ہفتے نماز پڑھاتے تھے۔

الغرض یہ اکبر کے دینی خدمت کے چند نمونے تھے' جن سے اس کے دینی جذبے کا اندازہ ہوتا ہے' مگر سوال یہ ہے کہ کیا واقعی اکبر کا دل اسلامی احکام سے مطمئن تھا؟ یا اس کے یہ تمام اعمال فقط اپنے درباری علماء کو اپنا معتقد بنانے کے لئے تھے؟

اس سلسلے میں اگر ہم تاریخ سے پوچھتے ہیں تو اس کا بیان تھوڑی دیر کے لئے ہر صاحب عقل انسان کو سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے کہ اگر واقعی وہ دین اسلام پر عمل پیرا ہونے کا دعویدار تھا تو پھر پیدل اجمیر کا سفر شریعت کے کس حکم کی تکمیل تھی؟

اس کے علاوہ اس کے عمل میں چند ایسے نمونے ملتے ہیں جن کو دیکھ کر درباری علماً کو اکبر کو راہ راست سے ہٹانے میں دیر نہ ہوئی' جس کو اکبر اپنی کج فہمی کی وجہ سے نہ سمجھ سکا اور اس نے مال و زر عیش وعشرت کی رو میں بہتے ہوئے دین محمدیؐ کے خاتمے کا اعلان کر کے دین الٰہی کے نام سے ایک نئے دین کی بنیاد رکھ دی جو صورت کے اعتبار سے تو نہایت ہی نرالا تھا' مگر سیرت کے اعتبار سے جاہلانہ و مشرکانہ رسم و رواج کا مجموعہ و مرکب تھا۔

آخر اکبر نے امت کو ضلالت و گمراہی کے کس عمیق گڑھے میں ڈال رکھا تھا؟ جس کی خاطر

حضرت مجددؒ صاحب کو مصائب سے دوچار ہونا پڑا؟ اس کے لئے اولاً اکبر کے فتنوں پر ایک نظر ڈالئے۔

دین اکبری کے فتنوں کا اجمالی خاکہ:

۱:......اکبر نے اپنے دین میں آتش پرستی' آفتاب پرستی' تصویر کشی' شراب نوشی اور خنزیر جیسی ناپاک شے کے گوشت کی حلت کا اعلان کر دیا تھا۔

۲:...... اس نے علماً کے غلط اقوال کی روشنی میں داڑھی ترشوانے کے جواز کا فتویٰ دے دیا۔

۳:......اس نے جنابت کے غسل کے عدم وجوب کا بھی اعلان کیا۔

۴:...... زنا اس کے نزدیک اس قدر پسندیدہ عمل تھا کہ اس نے اس کے لئے ایک کمرہ بنایا تھا' جس میں باضابطہ اس کام کو انجام دیا جاتا تھا۔

۵:......رسم ختنہ اور عورتوں کے لئے پردہ کے حکم کو منسوخ قرار دے دیا تھا۔

۶:......اکبر نے گائے کی قربانی سے روک کر خنزیر کی قربانی کا فیصلہ نافذ کیا۔

۷:......رکشہ بندھن جو کہ خالص ہندوانہ عمل تھا' اس پر وہ لازمی طور پر عمل کرتا تھا۔

۸:...... نماز پڑھنا اس کے نزدیک جرم تھا' حتیٰ کہ اس کے دین میں مسلمان ہونے تک کی ممانعت تھی۔

۹:......اس نے اپنا ایک خاص کلمہ "لا الٰہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ" تیار کیا تھا اور لوگوں کو اس کے کہنے پر مجبور کرتا تھا۔

ان کے علاوہ دین اکبری میں اور بھی بہت ساری خرابیاں تھیں جن کی ایک لمبی تفصیل ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ ایک مستقل ہندوانہ دین کی تدوین تھی' جس کے در پردہ اس کے دربار میں رہنے والے علماً سوء کا ہاتھ تھا' اگرچہ یہ مغل شہنشاہیت کا دور تھا مگر اس کے باوجود ملت اسلامیہ کو چار فتنوں نے گھیر رکھا تھا:

"۱:......فتنہ علمائے سوء۔

۲:......فتنہ اکبری۔

۳:......فتنہ رافضیت۔

۴:......فتنہ عیسائیت۔"

اس وقت اگر حالات کی رفتار یہی رہتی اور اس کا راستہ روک کر کھڑی ہونے والی کوئی ہمہ گیر شخصیت جلوہ گر نہ ہوتی تو اس ملک کا انجام گیارہویں صدی ہجری میں وہی ہوتا جو نویں صدی ہجری میں اسلامی اندلس کا اور چودھویں صدی ہجری میں ترکستان کا ہوا' مگر قدرت خداوندی نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ولادت فرما کر پوری دنیا کو اس فتنے میں جا گرنے سے بچا لیا۔ (علماً ہند کا شاندار ماضی ج:۱' ص:۱۶ تا ۳۳' تاریخ دعوت و عزیمت ص:۱۱۴ تا ۱۳۲' آئین اکبری' ج:۱' ص:۲۸' ج:۳' ص:۱۸۴)

جہانگیر کی تخت نشینی: ایک لمحہ فکریہ:

ابھی آپ نے اپنے تجدیدی کارنامے کا آغاز ہی کیا تھا کہ اکبر دنیا سے چل بسا اور حکومت کا تخت شاہی اس کے لڑکے جہانگیر کے قبضے میں آ گیا جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے لئے کسی لمحہ فکریہ سے کم نہ تھا۔

تاریخ کی کتابوں میں جہانگیر کے ابتدائی احوال کے متعلق آتا ہے کہ اگر وہ دین کا پکا حامی نہ تھا تو اس کا باغی بھی نہیں تھا' بلکہ جہانگیر نے تو ایسا عمل کر دکھایا جس کو دیکھ کر اچھے اچھے لوگ دھوکا کھا گئے۔ مثلاً اصلاحی احکام' مذہبی برکت' توکل علی اللہ' رفاہیت خلق اور سخاوت جیسے افعال اس کے امتیازات میں سرفہرست ہیں' لیکن آخر یہ بھی تو اکبر کا جز و تھا' وہ حضرت مجددؒ کی اصلاحی تعلیمات اور اکبر کے مذہب کی سرکوبی کو کیسے برداشت کر سکتا تھا؟

چنانچہ اس نے آپ کے بڑھتے ہوئے قدم کو روکتے ہوئے آپ کے ساتھ غلط رویہ اختیار کرنا شروع کر دیا' جس کی آپ کو پرواہ نہ ہوئی اور آپ اپنے عمل میں سرگرداں رہے اور دین محمدیؐ کی تجدید کا دائرہ کار ایوان حکومت تک پہنچانے کی خاطر انہوں نے جہانگیر اور اس کے درباری علماً کے نام خطوط بھیجنے شروع کئے جو خالص اصلاحی احکام پر مشتمل ہوتے' جن سے ایوان حکومت میں بھی کہرام مچ گیا اور جہانگیر کا سارا منصوبہ خاک آلود ہونے لگا۔

جہانگیر کو آپ کا یہ بڑھتا ہوا قدم کسی بھی صورت میں قابل قبول نہ تھا' اس لئے اس نے ایک ایسی سازش کی جو یقیناً تاریخ کا ایک باب ہے۔ (علماً ہند کا شاندار ماضی ص:۳۳)

گوالیار کی اسیری کے اسباب پر تبصرہ:

جہانگیر نے خفیہ منصوبے کے تحت آپ کو گوالیار کے قید خانے میں ڈال دیا' مورخین آپس کے انتشار میں مبتلا ہیں کہ آخر اس قید کی وجہ کیا ہے؟

بعض نے تو اس کا سبب آپ کے ان خطوط کو قرار دیا جو آپ کی جانب سے جہانگیر کو بھیجے گئے اور اس کے ذریعہ اس کو دین کی دعوت دی گئی' مگر وہ اپنی کج فہمی کی وجہ سے حضرت مجددؒ

کے تصوفانہ انداز کو نہ سمجھ سکا اور برہم ہوگیا۔

بعض کی رائے یہ ہے کہ اس قید کا سبب یہ تھا کہ آپ نے درباری علماً کو اپنے خطوط کے ذریعہ دین کا پیروکار بنا دیا تھا' جو یقیناً جہانگیر کی حکومت کے لئے خطرہ ہوسکتے تھے۔

الغرض وجوہات کچھ بھی ہوں؟ تاریخ کو جہانگیر کی زندگی پر رونا آتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کو تباہ ہونے سے نہ بچا سکا۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ج:۴' ص:۱۶۲تا۱۶۵' علماً ہند کا شاندار ماضی' ج:۱ص:۸۱)

قید خانہ میں دین کی دعوت:

آپ کو قید خانے میں جانے سے کوئی تردد نہ ہوا' بلکہ آپ نے وہاں پہنچ کر سنت یوسفی کو ایسا زندہ کیا کہ ہزاروں غیر مسلم آپ کی دعوت وتبلیغ اور صحبت وتربیت کے فیض سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

اس قید خانے کی داستان لکھتے ہوئے ایک انگریز مورخ نے اپنی کتاب: ''انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس'' میں لکھا ہے:

> ''سترھویں صدی عیسوی میں ایک عالم شیخ احمد سرہندی تھے جو ناحق قید کردیے گئے تھے' ان کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے قید خانے کے ساتھیوں میں سے کئی سو بت پرستوں کو مسلمان بنا دیا تھا۔''

قید سے رہائی اور آپ کا تجدیدی انقلاب:

آپ نے قید سے رہائی پاتے ہی کھلم کھلا اعلائے کلمۃ اللہ کا آغاز فرما دیا اور مختصر عرصے میں ایسا انقلاب برپا کردیا کہ پوری تاریخ اسلامی میں اس کی نظیر نہیں ملتی' اور اسلام کی حفاظت اور تقویت کا ایسا تاریخی کارنامہ انجام دیا کہ زمانہ فراموش کرنے سے قاصر ہے۔

یہ کام کیا تھا؟ روح وفکر اسلامی کی جلاو تازگی' وقت کے اہم ترین فتنوں کا سدباب و استیصال' نبوت محمدیؐ اور شریعت اسلامی پر ازسر نو اعتقاد واعتماد کی بحالی' ریاضت واشراقیت پر مبنی اس روحانی تجربہ' تلاش حقیقت اور خدارسی کی کوشش کی طلسم شکنی جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اتباع سے بے نیاز ہو' وحدۃ الوجود کے عقیدہ کی پردہ کشائی جو اپنے غلو و مبالغہ اور اشاعت ومقبولیت کے نقطۂ عروج پر پہنچ چکا تھا' جس سے عقائد میں تزلزل اور مسلم معاشرہ میں انتشار پیدا ہورہا تھا' بدعت وخرافات کی کھلی تردید' حتیٰ کہ آپ نے بدعت حسنہ کے وجود سے بھی انکار کردیا تھا۔

آپ کے یہ ایسے نمایاں کارنامے تھے' جن سے پوری دنیا راہ راست پر آگئی اور اگر ایک طرف اکبر کے تخت پر محی الدین اورنگزیب عالمگیر جیسا عادل شخص بیٹھا تو دوسری طرف شاہ ولی اللہ جیسے خلفاً کا وہ لامحدود سلسلہ وجود میں آیا جو روحانی و باطنی طور پر آپ ہی کی جانب منسوب ہیں اور آج ہندوستان کا گوشہ گوشہ علم و عمل کا گہوارہ بنا ہوا ہے' یہی وجہ ہے کہ آپ کو ''مجدد الف ثانی'' کا خطاب ملا۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ج:۴'ص:۲۷۳تا۳۰۲)

آپ کی اولاد اور خلفاً:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو سات فرزند عطا فرمائے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں: خواجہ محمد صادق' خواجہ محمد سعید' خواجہ محمد معصوم' خواجہ شاہ محمد یحییٰ' خواجہ اشرف' محمد فرخ' محمد عیسیٰ۔ یہ تمام کے تمام اپنی اپنی جگہ اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ آپ کے خلفاً کی تعداد کا احاطہ تو مشکل ہے' (پانچ ہزار تک بتائے جاتے ہیں) نمونہ کے طور پر چند کا ذکر ہے: شیخ محمد یوسف سمرقندی' شیخ احمد دیوبندی' مولانا حسن بخاری' شیخ عبدالرحیم برکی' شیخ بدیع الدین سہارنپوری' مولانا غازی گجراتی' مولانا حمیدالدین احمد آبادی' شیخ فضل الرحمٰن برہانپوری۔ (علماً ہند کا شاندار ماضی ص:۲۱۶' تاریخ دعوت وعزیمت ص:۱۸۸' ج:۴)

آپ کی تصانیف:

آپ کی تصانیف میں مکتوبات قدسیہ' مبدا المعاد' معارف لدنیہ' مکاشفات غیبیہ' شرح رباعیات' عارف باللہ خواجہ محمد باقی' رسالہ تہلیلہ' رسالہ رد روافض' رسالہ فی اثبات النبوت' رسالہ بسلسلہ حدیث خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ج:۴' ص:۴۰۰' علماً ہند کا شاندار ماضی ۲۱۷)

وفات:

آپ اپنی زندگی کے آخری مرحلے میں قدم رکھ چکے تھے' اپنی زندگی تمام ہوتے ہی یہ مرد قلندر ۶۳ بہاریں دیکھنے کے بعد اپنی محنت سے راہ راست پر لانے والے سینکڑوں لوگوں کو سسکتے وبلکتے چھوڑ کر ۲۸/صفر ۱۰۳۴ھ میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے جو یقیناً پوری امت کے لئے کسی المیہ سے کم نہ تھا۔ (علماً ہند کا شاندار ماضی ج:۱' ص:۲۱۷' تاریخ دعوت و عزیمت ج:۴' ص:۱۷۹)

☆☆..............☆☆

تاریخ کے دریچوں سے

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے لوگوں سے دریافت کیا: کیا مدینہ میں ایسی کوئی شخصیت ہے جس کی تعلیم وصحبت سے ہم استفادہ کریں؟

لوگوں نے کہا: امیر المومنین! مدینہ منورہ میں سب سے بڑے عالم شیخ سلمہ بن دینارؒ ہیں' جنہوں نے صحابہ کرامؓ کی صحبت پائی ہے' اس وقت ان کی حیثیت امام ومقتدا کی ہے۔ اقطار عالم سے علمأ و محدثین ان کی خدمت میں آیا کرتے ہیں' کثرت ہجوم کی وجہ سے وہ کہیں ملاقات وغیرہ کے لئے باہر نہیں جاتے' مسجد نبوی شریف ان کی مستقل قیام گاہ ہے۔ امیر المومنین کی یادفرمائی پر ممکن ہے وہ تشریف لائیں۔

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے اپنا قاصد روانہ کیا' اس نے نہایت ادب واحترام سے خلیفہ کا پیام پہنچایا اور زحمت فرمائی کی دعوت دی۔

شیخ سلمہ بن دینارؒ قاصد کے ہمراہ روانہ ہوئے' خلیفہ نے اپنے محل میں شیخ کا نہایت عزت کے ساتھ خیر مقدم کیا اور اپنے قریب بٹھایا اور نازو محبت میں اس طرح شکایت کی:

"ما هذا الجفاء يا ابا حازم"

ابوحازم! ایسی بے رخی کیوں؟

شیخ سلمہ بن دینارؒ نے تعجب سے فرمایا: کیسا ظلم' کیسی بے رخی؟

سلیمان بن عبدالملک نے کہا: میری آمد پر اہل شہر ملاقات کے لئے آئے' لیکن جناب نے زحمت نہ فرمائی؟

شیخ نے فرمایا: امیر المومنین! بے رخی تو اس وقت سمجھی جائے گی جب آپ کی تشریف آوری کا مجھ کو علم ہوتا اور پھر ملاقات نہ کرتا' آپ کی تشریف آوری کا آج ہی علم ہوا' جب کہ آپ نے خود یاد کیا' میں آپ کی یادفرمائی کا شکرگزار ہوں۔

خلیفہ نے شرمندہ ہوکر اپنے ارکان دولت

مولانا شمس الحق ندوی

سے کہا: شیخ کی معذرت صحیح ہے' حقیقت یہی ہے کہ میں نے الزام دینے میں عجلت کی' براہ کرم معاف فرمادیں۔

شیخ نے خلیفہ کی معذرت قبول کی۔

پھر خلیفہ نے کہا: جناب سے چند امور دریافت کرنے ہیں؟ اجازت ہو تو عرض کروں؟

شیخ نے فرمایا: ارشاد ہو۔

خلیفہ نے کہا: یہ کیا بات ہے کہ ہم موت کو پسند نہیں کرتے؟

شیخ نے فرمایا: یہ اس لئے کہ ہم نے اپنی دنیا آباد کرلی ہے اور آخرت کو ویران کررکھا ہے' لہٰذا آبادی سے ویرانی کی طرف جانا پسند نہیں آتا۔

خلیفہ نے کہا: بے شک یہی بات ہے' پھر کہنے لگا' جناب ہم کس طرح جانیں کہ آخرت میں ہمارا کتنا ذخیرہ موجود ہوگا؟

شیخ نے فرمایا: اپنی زندگی کے اعمال کو کتاب اللہ پر پیش کرو' تمہیں معلوم ہوجائے گا۔

خلیفہ نے کہا: کس آیت میں اس کا ذکر ہے؟

شیخ نے فرمایا:

"ان الابرار لفى نعيم' وان الفجار لفى جحيم."

(سورۂ انفطار:۱۳'۱۴)

ترجمہ: "نیکی کرنے والے نعمتوں والی جنت میں ہوں گے اور گناہ کرنے والے دہکتی آگ میں۔"

خلیفہ نے کہا: اگر ایسا ہی ہے تو اللہ کی رحمت کہاں رہی؟

شیخ نے فرمایا:

"ان رحمت الله قريب من المحسنين." (سورۂ اعراف:۵۶)

ترجمہ: "اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔"

خلیفہ نے کہا: قیامت کے دن اللہ کے حضور کیسے حاضری ہوگی؟

شیخ نے فرمایا: نیک لوگ تو اس طرح آئیں

گئے جیسے طویل سفر کے بعد آدمی خوشی خوشی اپنے گھر آتا ہے اور گناہگار اس طرح جیسا بھگوڑا غلام اپنے آقا کے پاس زبردستی لایا جاتا ہے۔

اس مرحلہ پر خلیفہ رو پڑا' اس کی ہچکیاں بندھ گئیں اور آواز بلند ہوگئی۔

خلیفہ نے کہا: جناب پھر ہماری اصلاح کی کیا صورت ہے؟

شیخ نے فرمایا: اپنی شان وعزت کو ترک کردو اور اچھے اخلاق وتواضع سے اپنے آپ کو زینت دو۔

خلیفہ نے کہا: یہ مال و دولت جو ہمارے یہاں ہے' اس میں اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

شیخ نے فرمایا: جب تم حق کے مطابق اس کو حاصل کرو اور اس کو اس کے محل میں خرچ کرو اور اس کی تقسیم میں انصاف سے کام لو' انشاء اللہ! اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔

خلیفہ نے کہا: جناب یہ بتایئے کہ سب سے بہتر انسان کون ہے؟

شیخ نے فرمایا: وہ جو تقویٰ اور پاس داری کا لحاظ کرنے والا ہو۔

خلیفہ نے کہا: سب سے بہتر کون سی بات ہے؟

شیخ نے فرمایا: جس شخص سے خوف واندیشہ ہو' اس کو حق بات سنانا۔

خلیفہ نے کہا: وہ کون سی دعا ہے جو جلد قبول ہوجاتی ہے؟

شیخ نے فرمایا: نیک آدمی کی دعا نیک لوگوں کے لئے۔

خلیفہ نے کہا: بہترین صدقہ کیا ہے؟

شیخ نے فرمایا: غریب کا وہ صدقہ جو مصیبت زدہ فقیر کو ملے۔

خلیفہ نے کہا: عقلمند انسان کون ہے؟

شیخ نے فرمایا: وہ شخص جو عبادت الٰہی پر قادر ہوا اور اس پر عمل کیا' پھر دوسروں کو اس کی طرف رہنمائی کی۔

خلیفہ نے کہا: اور بے وقوف کون ہے؟

شیخ نے فرمایا: وہ شخص جو اپنے گناہگار دوست کی ناجائز خواہش پوری کرتا ہو' گویا اس نے اپنی آخرت کو دوسرے کی دنیا کے لئے فروخت کردیا۔

خلیفہ نے کہا: جناب کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ آپ ہمارے ساتھ رہیں تاکہ ہم آپ سے استفادہ کریں' اور آپ بھی ہم سے نفع پائیں؟

شیخ نے فرمایا: امیر المومنین! اللہ کی پناہ! ایسی کوئی تمنا نہیں ہے۔

خلیفہ نے کہا: ایسا کیوں؟

شیخ نے فرمایا: مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میں آپ کی دولت وریاست کی طرف مائل ہوجاؤں' پھر مجھ کو اللہ حیات وموت کا دوہرا مزا چکھائے۔

خلیفہ نے کہا: اگر ایسا ممکن نہیں تو پھر آپ اپنی شخصی ضروریات کا اظہار فرمائیں؟

شیخ نے اس پر سکوت اختیار کیا اور کوئی جواب نہ دیا۔

خلیفہ نے اپنی گزارش پھر دہرائی: جناب آپ بے تکلف اپنی حاجت ظاہر فرمائیں' خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو؟

شیخ نے فرمایا: سنو! میری اول وآخر یہی حاجت ہے کہ آپ مجھے اندیشہ نار جہنم سے بچادیں اور جنت میں داخلہ دلوادیں؟

خلیفہ نے کہا: یہ اختیار تو میرے بس کا نہیں ہے۔

شیخ نے فرمایا: تو پھر آپ سے اور کوئی حاجت نہیں ہے۔

خلیفہ نے کہا: میرے لئے دعائے خیر فرمادیں؟

شیخ نے فرمایا: اے اللہ! آپ کا بندہ سلیمان بن عبدالملک آپ کے مقبول بندوں میں شامل ہے تو اس کو دنیا وآخرت کی بھرپور سعادت نصیب فرما اور اگر اس کا شمار آپ کے مردود بندوں میں ہے تو اس کی اصلاح فرما' اس کو اپنی مرضیات کی توفیق دے۔

حاضرین میں سے ایک شخص بول پڑا: اے شیخ! امیر المومنین کی شان میں آپ کی جرأت بہت بڑھ گئی ہے' نصیحت و وصیت میں امیر المومنین کا پاس وادب ملحوظ نہ رکھا' آپ نے امیر المومنین کو دشمنان خدا کی فہرست میں شمار کیا اور ان کی اصلاح کی دعا کی۔

شیخ نے فرمایا: برادر زادے! آپ نے انصاف سے کام نہ لیا' اللہ تعالیٰ نے خود علماً امت سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ ہر جگہ کلمہ حق ظاہر کردیا کریں۔

"لتبیننه للناس ولا تکتمونه." (سورۂ آل عمران:۱۸۷)

پھر خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''امیر المومنین! گزشتہ امتوں میں جو لوگ تھے' وہ اسی صورت میں خیروعافیت میں رہے ہیں جب کہ ان کے امیر لوگ علماً کرام کے یہاں دین حاصل کرنے کے لئے ذوق وشوق سے آیا کرتے تھے' پھر کچھ عرصہ بعد کم ظرف وبرے لوگ علم دین حاصل کرنے لگے اور انہوں نے اہل دنیا سے دنیا طلبی کی اور اس کے لئے ان کی خدمت میں اپنی آمد

ورفت جاری رکھی تو امیر لوگ علماً سے بے نیاز ہوگئے' جس کے نتیجے میں خود ذلیل وخوار ہوئے اور اللہ کی نظر کرم سے محروم بھی' اگر یہ علماً اہل دنیا کی دولت وحشمت سے بے نیاز رہتے تو امت کے یہ امرأ ان کے علم وعمل کے محتاج ہوتے اور ان کی خدمت میں اپنی حاضری کو سعادت سمجھتے لیکن ایسانہ ہوا' علماً نے امرأ کی رضا وخوشنودی چاہی' خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا' اس طرح دنیا میں اہل علم کی قدر دانی جاتی رہی اور لوگ آخرت سے غافل ہوگئے۔

خلیفہ نے کہا: بے شک شیخ نے سچی بات کہی:

"فجزاکم اللہ خیراً الجزاء."

خلیفہ نے کہا: براہ کرم اپنی نصیحت میں اور اضافہ کیجئے' اللہ کی قسم! علم وحکمت کی یہ باتیں میں نے کسی سے نہیں سنیں۔

شیخ نے فرمایا: اگر آپ میں قبول حق کی صلاحیت موجود ہے تو یہ مختصر باتیں ہدایت ونصیحت کے لئے کافی ہیں اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر میں اپنا تیر بے نشانہ کیوں چلاؤں؟

خلیفہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے تہیہ کرلیا ہے کہ آپ کی نصیحت قبول کرلوں۔

شیخ نے فرمایا: تو پھر ٹھیک ہے' سنو! اپنی آخری نصیحت عرض کرتا ہوں: "اللہ کی عظمت و جلال کا ہر وقت استحضار رکھو اور اس بات سے دور رہو کہ وہ تم کو ایسے عمل میں دیکھے جس کو وہ پسند نہیں کرتا ہے اور اس بات سے بھی بچو کہ وہ تم کو بے عمل سمجھے۔"

اس نصیحت کے بعد شیخ سلمہ بن دینارؒ نے سلام کیا اور رخصت ہوگئے۔ ☆☆

اور ہم نے آسمانوں کو زینت دی ستاروں سے
آسمانوں کی زینت ستارے' خواتین کی زینت زیورات
سنارا جیولرز
صرافہ بازار' میٹھادر' کراچی نمبر 2 فون 745080

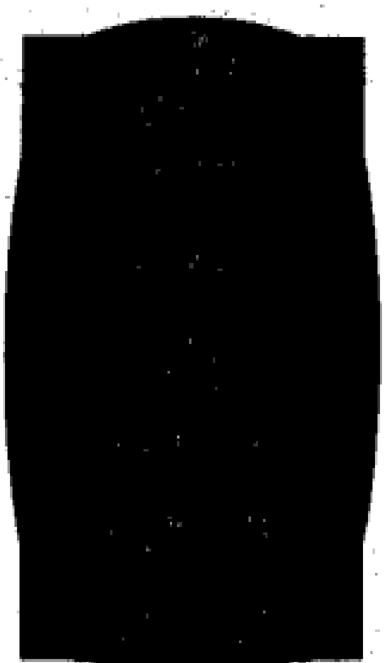
مساجد کے لئے خاص رعایت
جبار کارپٹس
پتہ:
این آر ایونیو' نزد حیدری پوسٹ آفس بلاک "جی" برکات حیدری' ناظم آباد
فون: 6646888-6647655 فیکس: 0921-21-5671503
E-mail :jabbarcarpet@cyber.net.pk

کیا آپ کو یقین ہے؟

ڈاکٹر نعیم صدیقی ندوی

دمشق کے بازاروں میں ہر طرف رونق ہی رونق تھی' عید کی تیاریاں بڑے زوروشور سے جاری تھیں' شہر کے چھوٹے بڑے سب خریداری میں مصروف اور نئی نئی پوشاکیں خرید رہے تھے' یہ منظر دیکھ کر خلیفہ وقت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا بچہ اپنے گھر میں روتا ہوا داخل ہوا' ماں اپنے جگر گوشہ کو یوں روتا دیکھ کر بے قابو ہوگئی اور اس بچہ سے رونے کا سبب پوچھا:

دیکھئے نا! میرے بابا کے وزیروں اور اعلیٰ ملازمین کے بچے عید میں پہننے کے لئے کتنے اچھے اچھے کپڑے خرید رہے ہیں؟ ننھے بچے نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا: آپ مجھے ہاتھ سے دھلے کپڑے پہن کر عیدگاہ جانے کو کہہ رہی ہیں۔ یہ کہہ کر بچہ پھر زور زور سے رونے لگا۔

ماں سب کچھ سمجھ گئی اور خود بھی اشک بار ہوگئی' آخر وہ بھی تو امیرزادی تھی' نہایت گلوگیر آواز میں اپنے بلکتے ہوئے لعل سے بولی: ہاں بیٹا! میں سب کچھ منگوادوں گی اب تم سوجاؤ۔

تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ امور خلافت سے فارغ ہوکر گھر میں داخل ہوئے' استراحت کے لئے لیٹنا چاہتے تھے کہ بیوی نے غمگین لہجہ میں کہا:

''امیر المومنین! میری جان آپ پر فدا' اگلے ہفتہ عید آرہی ہے' بچہ نئی پوشاک کے لئے بہت بے چین ہے' ابھی روتے روتے سویا ہے۔

تمہیں تو معلوم ہے کہ مجھے صرف سو درہم مشاہرہ ملتا ہے' خلیفہ وقت نے سر جھکا کر فرمایا: اس ماہانہ رقم میں کھانے پینے کا گزارا اور ملازم کی تنخواہ بڑی مشکل سے پوری ہوتی ہے' کچھ پس انداز ہو تو کپڑوں کی باری آئے؟

رہا بیت المال' لمحہ بھر توقف کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ پھر گویا ہوئے: وہ تو صرف غریبوں' فقیروں' یتیموں اور بیواؤں کا حق ہے' میں تو صرف اس کا امین ہوں' اس کا تو خیال کرنا بھی گناہ ہے۔

بے شک میرے سرتاج! وفاشعار بیوی نے مجسم تصویر غم بن کر عرض کیا: لیکن بچہ تو نا سمجھ ہے' ضد کر رہا ہے' ذرا ادھر دیکھئے نا' بچے کے موٹے موٹے آنسو کے نشان اب تک رخساروں پر ہیں۔

خلیفۃ المسلمین نے تڑپتے دل کے ساتھ ایک لمحہ سوچا اور بولے: دیکھو فاطمہ! اگر تمہارے پاس کوئی چیز ہو تو اس کو فروخت کردو' بچوں کی خوشی پوری ہوجائے گی۔

امیر المومنین! فاطمہ نے یاس وغم میں ڈوبی ہوئی آواز میں عرض کیا: میرے تمام زیورات تو آپ نے بیت المال میں جمع کرادیے ہیں' بلکہ وہ بیش قیمت ہار بھی جو میرے والد نے بطور یادگار مجھے دیا تھا' آپ نے جمع کرادیا ہے۔

امیر المومنین نے سر جھکا لیا' بڑی دیر تک سوچتے رہے' ماضی کے دریچوں سے اپنا بچپن' جوانی' اپنی خوش پوشی اور نفاست و لطافت کو یاد کرتے رہے' وہ زمانہ بھی یاد آیا کہ جو لباس ایک بار پہن لیا وہ دوبارہ زیب تن نہیں کیا' جس راستے سے گزر جاتے وہ گھنٹوں خوشبوؤں سے مہکتا رہتا' ایک عبائیں' سینکڑوں عبائیں پڑی رہتی تھیں' غرض اپنے حسین ماضی کو سوچتے سوچتے امیر المومنین کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

فاطمہ اپنے عزیز شوہر کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر بے چین ہوگئیں' عرض کیا: امیر المومنین! مجھے معاف کردیجئے۔

نہیں فاطمہ! ایسی کوئی بات نہیں ہے' بس ذرا مجھے اپنا بچپن یاد آگیا تھا' حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بے قرار بیوی کو دلاسہ دیا' پھر بیت المال کے داروغہ کے نام ایک خط لکھ کر ملازم کو دیا اور کہا کہ ابھی یہ خط لے کر داروغہ کے پاس جاؤ اور جو کچھ وہ تمہیں دیں وہ احتیاط سے لے کر آنا' خط میں لکھا تھا کہ مجھے ایک ماہ کی تنخواہ پیشگی بھیج دیں۔

تھوڑی دیر کے بعد ملازم خالی ہاتھ واپس آ گیا۔ فاطمہ کا دل دھک سے رہ گیا' ملازم خط کے جواب میں داروغہ بیت المال کا جوابی خط لے کر آیا تھا' جس میں تحریر تھا:

''خلیفۃ المسلمین! آپ کے حکم کی تعمیل سر آنکھوں پر' لیکن کیا آپ کو معلوم ہے اور کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ ایک ماہ تک زندہ رہ سکتے ہیں؟ اور جب یہ یقین نہیں؟ تو پھر غریبوں' یتیموں اور بیواؤں کے مال کا حق کیوں پیشگی اپنی گردن پر رکھتے ہیں؟''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ یہ جواب پڑھ کر بے چین ہو گئے' آنکھوں میں آنسو آ گئے اور بے ساختہ فرمایا: اے داروغہ! تم نے مجھے ہلاکت سے بچا لیا' اللہ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

اگلے ہفتہ عید اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ آئی' دمشق کے بازاروں اور امراء کے محلات کی رنگینیاں عروج پر تھیں' عیدگاہ جانے والی راہوں پر زرق برق اور [illegible] کے عوام کے قافلے رواں دواں تھے' لیکن چشم فلک نے یہ بصیرت افروز منظر بھی دیکھا کہ خلیفۂ وقت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اپنے بچوں کا ہاتھ پکڑ کر ہاتھ کے دھلے ہوئے پرانے کپڑے زیب تن کئے' عیدگاہ کی طرف جارہے تھے۔ ماہتاب کی طرح دمک رہے تھے' کیونکہ آج ان کی نظر فانی دنیا کی وقتی خوشی پر نہیں تھی' بلکہ جنت کی ابدی حسرت و تمنا کے احساس نے انہیں سرشار کر دیا تھا۔

(سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ صفحہ:۲۸۶)

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
دکان نمبر N-91 صرافہ بازار' میٹھادر کراچی
فون 745573

HB ®
TRUSTABLE MARK
Hameed ®
BROS JEWELLERS
3, Mohan Tarrace Sharhah-e-iraq Saddar Karachi. Code: 74400
Phone : 5675454, 5215551 Fax : (092-21) -5671503

افاداتِ فقیہ الامت

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی محمد فاروق میرٹھی

روح کی اصلاح کی ضرورت:

اللہ تعالیٰ نے خالص جسم نہیں پیدا فرمایا' بلکہ جسم کے ساتھ ایک چیز بھی اس جسم کے اندر رکھی ہے۔ یہ جسم لباس ہے' کرتا ہے' کرتا آدمی اتار کر پھینک دیتا ہے' اصل چیز تو اندر کی چیز ہے۔ اسی طریقہ پر روح کے واسطے یہ جسم تو کرتا ہے۔ روح اس کرتے کو اتار کر پھینک دیتی ہے اور خود کہیں اور چلی جاتی ہے۔

اصل راحت آخرت میں ہے' راحت حاصل کرنے والی ہر تکلیف کو برداشت کرنے والی چیز آخرت میں روح ہے' اس روح کی تیاری کے لئے' اس روح کی درستگی کے لئے' اس روح کی راحت کے لئے کچھ کرنے کی ضرورت ہے' اگر کوئی شخص اپنے کرتے کی فکر کرتا ہے' رات دن اس کو دھوتا ہے' پھٹتا ہے تو سیتا ہے لیکن جسم کے اندر بہت سی بیماریاں بھری ہوئی ہیں' ان بیماریوں کی فکر نہیں کرتا' کس قدر وہ شخص بیوقوف کہلائے گا' کرتے کی فکر ہے لیکن کرتا جسم کے لئے بنا ہے' اس میں پھوڑے پھنسی بھرے ہوئے ہیں' اس کے اندر کینسر ہوگیا ہے' اس کے اندر پیپ بھری ہوئی ہے' خون اس میں ہے' بدبو اس میں آرہی ہے' اس جسم کی فکر نہیں کرتا' بس کرتے کی فکر کرتا ہے' وہ صرف کرتے کی فکر کرتا چلا جاتا ہے مگر جسم کی صحت کی فکر نہیں کرتا' یہی حال بس ہمارا بھی ہے کہ ہمارے واسطے یہ جسم مثل کرتے کے ہے' اور اصل روح ہے' وہ روح گل رہی ہے' سڑ رہی ہے' وہ رذائل میں گرفتار ہے' اس روح کے درست کرنے کی ضرورت ہے' اس کی فکر نہیں ہے۔

دنیا کی بادشاہت کا حال:

ایک صاحب بیان کرتے تھے کہ میں بغداد گیا' وہاں جب انتقالِ اقتدار ہوا تو وہاں کے جو بادشاہ تھے' ان بادشاہ صاحب کو بلایا گیا' اور ان سے کہا گیا کہ آپ کے لئے گولی مارنے کا حکم ہے' ادھر منہ کرکے کھڑے ہوجایئے' بادشاہ نے کہا کہ تم مجھے گولی مارتے ہو' کبھی میں نے تم کو پھانسی کے تختے سے بچایا تھا' تو جواب دیا گیا کہ اب اس کی کوئی بحث نہیں' جماعت کا فیصلہ یہی ہے۔

بادشاہ سلامت کھڑے ہوگئے' گولی مار دی گئی' ختم ہوگئے' تھوڑی دیر پہلے بادشاہ تھے' ساری افواج اختیار اور قابو میں تھی' سارے جرنیل قابو میں تھے' تھوڑی دیر بعد یہ ہوا کہ ان کو خود گولی مار دی گئی' اس لئے دنیا کی بادشاہت کا تو یہ حال ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی وصیت:

جس وقت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا انتقال ہوا اور ان کا جنازہ لایا گیا تو ان کے ورثاء نے کہا: بھائی! جنازہ کی نماز وہ شخص پڑھائے جس کی کبھی عشاء سے پہلے اور عصر سے پہلے کی چار سنتیں ناغہ نہ ہوئی ہوں' جس نے کبھی نامحرم کو نہ دیکھا ہو' جس نے کبھی نامحرم کو ہاتھ نہ لگایا ہو۔

حضرتؒ کی وصیت تھی کہ میرے جنازے کی نماز ایسا شخص پڑھائے' آگے کون آتا ہے؟ اس زمانہ کے جو بادشاہ تھے (سلطان شمس الدین التمشؒ) وہ آگے بڑھے' انہوں نے نماز پڑھائی اور نماز کے بعد فرمایا: الحمد للہ! یہ چیز مجھ کو حاصل ہے' افسوس حضرت خواجہ صاحبؒ نے راز ظاہر کردیا۔

جب رعایا میں حضرت خواجہ قطب الدینؒ جیسے لوگ موجود تھے تو ان کو حاکم اور بادشاہ کیسے ملے تھے؟ جیسے سلطان شمس الدین التمشؒ کہ جن کی عمر بھر میں کبھی عصر سے پہلے کی چار سنتیں اور عشاء سے پہلے کی سنتیں ناغہ نہیں

ہوئیں' جنہوں نے کبھی نامحرم کو آنکھ سے نہیں دیکھا' جنہوں نے کبھی نامحرم کو ہاتھ نہیں لگایا' اور جیسے ہم ہیں' ایسے ہی ہمیں حاکم ملتے ہیں' بجائے اس کے حاکم کا شکوہ اور گلہ کیا جائے اور ان کو برا کہا جائے' اپنے حال کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔

ہم نے اگر اپنے اعمال کو درست نہ کیا اور حاکموں کو برا کہا تو حاکم فرض کیجئے اگر بدل بھی گئے تو کوئی ضروری نہیں ہے کہ دوسرے حاکم اچھے ہی آجائیں؟ کیا خبر کیسے آئیں؟ اس سے بھی برے بدتر آئیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں؟

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی اپنے عامل کو تنبیہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جن کو عمر ثانی کہا جاتا ہے' ان کے ایک عامل نے اطلاع دی کہ اسلام کا قانون یہ ہے کہ جو شخص اسلام قبول کرتا ہے' اس سے جزیہ ساقط ہو جاتا ہے' جزیہ معاف کر دیا جاتا ہے' ان کے عامل نے اطلاع دی کہ بیت المال خالی ہو گیا ہے' بیت المال میں کوئی پیسہ نہیں ہے' لہٰذا یہ جو قانون ہے کہ جو اسلام قبول کرتا ہے' اس سے جزیہ ساقط ہو جاتا ہے' اس قانون کو ختم کر دیا جائے تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جواب دیا: اے خدا کے بندے! اتنا تو سوچ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی روپیہ اکٹھا کرنے کے لئے آئے تھے؟ دنیا میں اللہ نے ان کو بھیجا ہے ہدایت کے لئے' نہ کہ روپیہ جمع کرنے کے لئے' بیت المال خالی ہو جائے تو خالی رہنے دو' اس کی پرواہ مت کرو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس مشن کو لے کر چلے تھے وہ مشن تو چل رہا ہے' دین اسلام تو چل رہا ہے' اس کی اشاعت تو ہو رہی ہے' تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روپیہ جمع کرنے کے لئے نہیں آئے تھے۔

مسلمان کا دنیا میں آنے کا مقصد:

اصل میں مسلمان دنیا میں اس واسطے آیا ہے کہ خود مصیبت اٹھا کر دوسروں کو راحت پہنچائے' خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھانا کھلائے' خود پریشان رہ کر دوسروں کو اطمینان دلائے' درحقیقت یہ راستہ ہم لوگوں نے چھوڑ دیا ہے' جس کی وجہ سے پریشانیاں لاحق ہو رہی ہیں' جس مقصد کے لئے حق تعالیٰ نے پیدا کیا تھا' اس مقصود کو پورا نہیں کر رہے' ہم روپیہ جمع کرنے کی فکر میں لگ گئے' کسی کو فکر ہے کہ میری دکان شاندار درجہ کی ہو جائے' کسی کو فکر ہے کہ مجھے موٹر اعلیٰ درجہ کی مل جائے' کسی کو فکر ہے کہ مجھے مکان مل جائے' کسی کو فکر ہے کہ مجھے زمین مل جائے' میں باغ لگا جاؤں۔

غرض یہ کہ اپنے اپنے ذہن میں سوچ سوچ کر بڑے پلان بنا رکھے ہیں' لیکن یہ پلان کسی کے ذہن میں نہیں کہ میرے ہاتھ پر لوگ مسلمان ہو جائیں' یہ لوگ جہنم سے بچ جائیں' میری محنت اور کوشش سے اللہ کے مقرب بن جائیں' یہ کسی کے ذہن میں نہیں۔

تو جس کام کے لئے بھیجا گیا تھا' اس کام کو تو ذہن سے نکال دیا اور دوسری چیزیں جن کے لئے بھیجا نہیں گیا تھا' بلکہ ان کے استعمال کی اجازت دی تھی کہ وقت ضرورت ان کو استعمال کر سکتے ہو' ان چیزوں کو اپنا مقصود بنا لیا؟

☆☆..........☆☆

بقیہ: حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام

صوبے میں گورنر کی حیثیت پر نہیں' مگر اپنے عہدۂ گورنری سے معزول بھی نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت صفت نبوت و رسالت سے الگ نہیں ہوں گے' اور جس طرح ان کی نبوت سے انکار پہلے کفر تھا' اس وقت بھی (ان کی نبوت کا انکار) کفر ہوگا' تو امت مسلمہ جو پہلے سے ان کی نبوت پر قرآنی ارشادات کی بنا پر ایمان لائے ہوئے ہے' اگر نزول کے وقت ان کو نہ پہچانے تو انکار میں مبتلا ہو جائے گی' اس لئے ان کی علامات و صفات کو بہت زیادہ واضح کرنے کی ضرورت تھی۔

تیسرے یہ کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ تو دنیا کی آخری عمر میں پیش آئے گا' اگر ان کی علامت و حالات مبہم ہوتے تو بہت ممکن ہے کہ کوئی دوسرا آدمی دعویٰ کر بیٹھے کہ میں مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوں' ان علامات کے ذریعہ اس کی تردید کی جاسکے گی' جیسا کہ ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ کیا کہ ''میں مسیح موعود ہوں'' اور علمأ امت نے انہی علامات کی بنا پر اس کے قول کو رد کیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس جگہ اور دوسرے مواقع میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات و صفات کا اتنی تفصیل کے ساتھ بیان ہونا خود ان کے قرب قیامت میں نازل ہونے اور دوبارہ دنیا میں تشریف لانے ہی کی خبر دے رہا ہے' احقر نے اس مضمون کو پوری وضاحت کے ساتھ اپنے رسالہ ''مسیح موعود کی پہچان'' میں بیان کر دیا ہے' اس کو دیکھ لیا جائے۔

☆☆

عمل سے زندگی بنتی ہے

مولانا نذیر احمد آسیا آبادی

اس دنیا میں خیر وشر کا ہنگامہ ہر انسان کے دل میں ہے' انسان صاحب اختیار ہے کہ وہ اپنی زندگی اچھی یا بری صحبت میں گزار دے' جس کا وہ خود ذمہ دار ہوگا' چاہے وہ نیک عمل کرکے اپنے آپ کو جنت کا مستحق بنائے یا اپنے برے عمل سے اپنے خالق کو ناراض کرکے جہنم کا راستہ اختیار کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے سامنے دونوں راستے رکھ دیے ہیں' رحمٰن کا راستہ بھی موجود ہے اور شیطان کا راستہ بھی اور اس کے لئے رہنمائی بھی مہیا کردی گئی ہے' انسان کے ذہن میں نیکی کا تصور بھی واضح کردیا گیا ہے اور برائی کا بھی' مگر اختیار انسان کو دے دیا ہے کہ وہ جس راستے کو چاہے اپنالے۔

یہی انسان کا امتحان ہے' اس کا نتیجہ کل قیامت کے دن ظاہر ہوگا کہ وہ کامیاب ہوگا یا ناکام' اور قیامت میں اسی کامیابی وناکامی کے مطابق اس کو سزا وجزا ملتی ہے۔

چنانچہ انسان اپنے اختیار سے کام لیتے ہوئے نیکیاں بھی کرتا ہے اور برائی بھی کرتا ہے۔ بعض انسان ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ دوسرے کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھ کر اپنا آرام تج دیتے ہیں' دوسروں کا دکھ درد بانٹتے ہیں اور ان کی ہر ممکن مدد کرتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"زمین والوں پر رحم کرو' آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔"

دوسروں کے کام آنا' ان کے ساتھ ہمدردی کرنا وقت پڑنے پر خود انہیں بھی کام دے گا۔ خوشحالی اور بدحالی میں دوسروں کا ساتھ دینا ہی اصل نیکی ہے' اس لئے شریعت میں اس کی بہت بڑی اہمیت ہے:

یہی ہے عبادت یہی دین و ایمان
کہ کام آئے دنیا میں انسان کے انسان

اسلام نے نیک اعمال اور اچھے اخلاق کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے اور مسلمانوں کے لئے اخلاق اقدار کی پاسداری کو مذہبی فریضہ قرار دیا ہے کیونکہ انسان کی انفرادی و اجتماعی' دینی و دنیوی اور اخروی زندگی کا دارومدار نیک اعمال اور عمدہ اخلاق سے وابستہ ہے' یہی وجہ ہے کہ نیک عمل کو جنت کی کنجی قرار دیا گیا ہے۔ شائستہ زندگی کے آداب میں سے اہم امر "حسن اخلاق" ہے' انسان اور حیوان کا فرق جس قدر اخلاق سے ہوتا ہے' کسی اور چیز سے نہیں ہوتا' حسن اخلاق کسی ایک بات کو نہیں کہتے بلکہ اعمال حسنہ کے مجموعہ کا نام حسن اخلاق ہے۔ اس مجموعے میں بزرگوں کا احترام' دوستوں سے محبت اور کم عمروں پر شفقت کا برتاؤ بھی شامل ہے۔

دنیا میں جتنے بھی انبیاءؑ تشریف لائے' سب نے نیک اعمال اور اخلاق حسنہ کی تعلیم دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبعوث ہونے کا مقصد ہی نیک اعمال اور عمدہ اخلاق کو پایہ تکمیل تک پہنچانا قرار دیا' کیونکہ ان سے ماحول صالح اور پاکیزہ بنتا ہے' معاشرے میں امن وسکون کی فضا قائم ہوتی ہے۔ جس معاشرے میں حسن اخلاق پایا جاتا ہے' وہاں نہ بددیانتی ہوتی ہے' نہ بدگمانی' لوگ ایک دوسرے پر بھروسہ کرتے ہیں اور اپنی ذمہ داری کو اچھی طرح نبھاتے ہیں' ہر ایک اپنی عزت وآبرو کی طرح دوسروں کی عزت وآبرو کا احترام کرتا ہے۔

حسن اخلاق کی بدولت امیر آدمی تواضع و انکساری اختیار کرتا ہے اور غریب آدمی اپنی غربت کے باوجود خودداری و غیرت مندی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ برے اعمال اور برے اخلاق سے انسان حیوان بن جاتا ہے اور آخرت میں اللہ کی رحمت سے محروم ہوتا ہے' جس معاشرے میں نیک اعمال اور عمدہ اخلاق کا فقدان ہو' وہ معاشرہ فسادات کا گہوارہ بن جاتا ہے' ایک دوسرے پر سے اعتماد ختم ہوجاتا ہے' وہاں نہ عزت محفوظ رہتی ہے نہ آبرو' ان کے علاوہ قتل و غارت گری' چوری' ڈاکا زنی' بدعنوانیاں اور بدکاریاں معاشرے کا حصہ بن جاتی ہیں' جیسے آج کل ہمارے ملک میں ہورہا ہے کہ روزانہ قتل وغارت گری' چوری' ڈاکے کا معمول بن چکا ہے' خدا امان دے۔ آمین۔

عمل سے زندگی بنتی ہے' جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

☆☆..........☆☆

دینی مزاج

مولانا سید بلال حسنی ندوی

یہ کل کائنات اللہ تعالیٰ کی صفات کی مظہر ہے' اس کی مختلف صفات اس کی مخلوقات میں جلوہ گر نظر آتی ہیں' کہیں اس کی صفت رحمت کا ظہور ہے تو کہیں اس کی جباریت وقہاریت کارفرما نظر آتی ہے' کہیں وہ اپنی وسعت وکشائش کے دروازے بندوں پر کھول دیتا ہے' تو کہیں اس کی شان ''القابض'' نظر آتی ہے' کسی کو تحت الثریٰ سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں تک لے جاتا ہے' تو کسی کو اسفل السافلین تک پہنچا دیتا ہے' لیکن جو کچھ بھی وہ کرتا ہے' اس میں اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کی کارفرمائی دکھائی دیتی ہے۔ اس نے جو چیز بھی پیدا کی ہے وہ پورے توازن اور تناسب کے ساتھ پیدا کی۔

انسان کو اس نے اشرف المخلوقات بنایا' انسانی اعضاء کا تناسب اور جسم کا پورا نظام اس کی قدرت کی دلیل ہے' آج کی جدید سائنس بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہے۔ انسانی جسم کے توازن و تناسب اور اس کی باریکیاں دیکھ کر بڑے سے بڑا منکر خدا بھی سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس کے پس پردہ کوئی طاقت کام کر رہی ہے' جس کے ہاتھ میں کائنات کا نظام ہے اور جس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی چیز اپنی جگہ سے سرمو انحراف نہیں کر سکتی۔

انسان بلاشبہ اسباب تلاش کرتا ہے اور ایک سرے سے دوسرے سرے کو پکڑتا ہے' لیکن ایک حد پر جا کر اس کی عقل بھی کام کرنا چھوڑ دیتی ہے اور پھر اگر اس میں ذرا بھی ہوش ہے تو وہ پکار اٹھتا ہے کہ یہ سب اسباب در اسباب ہیں' ان کے پیچھے ضرور کوئی ہاتھ ہے جو ان کے لئے مسبب کا درجہ رکھتا ہے' وہی خالق انسان جس نے جسم انسانی کے تناسب وتوازن میں ایسی باریکیوں سے کام لیا کہ اس کا تصور بھی بعض مرتبہ انسان کے بس سے باہر ہو جاتا ہے' اس نے دنیا میں انسان کو زندگی گزارنے کا طریقہ بھی بتایا ہے' اور اس نظام حیات میں بھی اس حکیم وخبیر نے انسانی طبیعت اور مزاج کے اعتبار سے ایسی باریکیاں ملحوظ رکھی ہیں کہ کوئی بھی انسان اپنے طور پر ایسا نظام پیش کرنے سے قاصر ہے' اور کیوں نہ ہو؟ یہ اس خالق کائنات کا نازل کردہ نظام ہے' جو نفسیات انسانی اور تقاضائے بشری سے نہ صرف واقف بلکہ اس کا خالق اور اس میں تصرف کرنے والا ہے۔

یہ نظام حیات اس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ سے انسانوں کو عطا فرمایا اور سب سے اخیر میں کامل اور مکمل دستور زندگی کی شکل میں یہ نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو امت کے سامنے پیش فرمایا' اسی نظام حیات کو شریعت اسلامی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

یہ نظام شریعت مختلف اجزاء ترکیبی سے مرکب ہے اور ہر ہر جزو کا ایک حجم متعین ہے' ان اجزاء کے توازن اور تناسب ہی سے اس نظام کا حسن وجمال ہے۔

اصول وعقائد میں صحت ودرستگی کے ساتھ پختگی' فرائض وواجبات کا اہتمام اور پابندی اور اس کے ساتھ فروعات اور وسائل میں توسع اور حالات وضروریات کی رعایت' یہ اس کی شہ سرخیاں کہی جا سکتی ہیں۔

ان جلی عنوانات کی تفصیلات کے لئے قرآن مجید کے بعد سب سے بڑا ذریعہ احادیث نبویؐ ہیں' بلکہ واقعہ یہ ہے کہ احادیث وسیرت سے جو تفصیلات معلوم ہو سکتی ہیں' وہ قرآن مجید سے نہیں معلوم ہو سکتیں' قرآن مجید نے بنیادیں فراہم کی ہیں' اصول وعقائد کا بیان کیا ہے' ارکان اسلام کا ذکر اس میں موجود ہے لیکن ان کو تفصیل سے بیان کرنے کا کام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا گیا ہے اور امت سے صاف صاف یہ کہہ دیا گیا ہے کہ:

"ما آتاکم الرسول فخذوہ و ما نھاکم عنہ فانتھوا۔"

ترجمہ: ''رسول تمہیں جو دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اقوال اور پاک سیرت سے ہمیں دین کی تفصیلات معلوم ہوتی ہیں' دین کا مزاج معلوم ہوتا ہے اور دین کی حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے۔

دین نہ تو صرف عقائد کا نام ہے اور نہ ہی چند اعمال کو دین کہا جاسکتا ہے' یہ زندگی گزارنے کا پورا ایک نظام ہے جو ہر فرد بشر کے لئے ہے' جو اس نظام کو پورے توازن اور تناسب کے ساتھ اختیار کرے گا وہ دین کا مزاج شناس کہلانے کا مستحق قرار پائے گا۔

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"الدین یسر و من یشاد الدین الاغلبہ۔"

ترجمہ: ''دین آسان ہے اور جو دین سے کشتی لڑے گا تو وہ مغلوب ہو کر رہ جائے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے دین کے مزاج کو انسانی مزاج کے مطابق بنایا ہے' اس لئے وہ آسان ہے۔ عقائد میں تصلب اور پختگی اپنی جگہ پر لیکن ان میں بے ضرورت بال کی کھال نکالنا دین کے مزاج کے خلاف ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک باندی لائی گئی' آپ نے اس سے دریافت فرمایا: کس خدا کو مانتی ہو؟ اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اسی کو اس کے ایمان کے لئے کافی سمجھا اور کتنے مواقع ایسے ہیں' جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقائد کی تفصیلات بیان فرمائی ہیں۔

نماز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شغف کا کون اندازہ کرسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:

"یا بلال! اقم الصلوٰۃ ارحنابھا۔"

ترجمہ: ''اے بلال نماز قائم کرو اور اس کے ذریعہ سے مجھے راحت پہنچاؤ۔''

لیکن آپ ہی یہ بات بھی فرما رہے ہیں کہ میں نماز میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز مختصر کردیتا ہوں۔

ایک غزوہ کے موقع پر ایک صحابی بڑے شوق سے شرکت کے لئے تشریف لائے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تمہارے والدین زندہ ہیں' انہوں نے عرض کیا: جی ہاں' آپ نے فرمایا کہ جاکر ان کی خدمت کرو۔

دین کا مزاج یہ نہیں ہے کہ آدمی صرف رسمی عبادات میں لگا رہے' دین کی تعلیم یہ ہے کہ فرائض کی پابندی کے ساتھ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کی جائے۔

حقوق انفرادی بھی ہوتے ہیں اور اجتماعی بھی' ان کے بھی اپنے اپنے خانے متعین ہیں' ایک مسلمان کی ذمہ داری یہ ہے کہ اس کا عمل:

"آتوا کل ذی حق حقہ۔" (ہر حق والے کو اس کا حق دو) پر ہو' دعوت و تبلیغ کی مصروفیت صد مبارک' مگر اس شرط کے ساتھ کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

انفرادی حقوق کی ادائیگی بے شک ضروری ہے' مگر اس شرط کے ساتھ کہ اجتماعی مفاد پر ضرب نہ لگے' بنیادی اصولوں کو ان کی جگہ پر رکھا جائے اور اسباب و وسائل کو اپنی جگہ پر' اپنی متعین جگہ سے کوئی بھی چیز ہٹائی جائے گی' تو اس سے دین کا اصل مزاج باقی رہنا مشکل ہوجائے گا۔

نوافل کا اہتمام بے شک ترقی کا زینہ ہے' مگر اس شرط کے ساتھ کہ معاملات میں صفائی ہو اور کسی کی حق تلفی نہ کی جائے' اگر کسی کا بھی دل ٹوٹا تو خطرہ ہے کہ سب اکارت جائے' اہل اللہ کے یہاں ریاضات اور کثرت عبادات کے ساتھ دوسروں کی دل بستگی اور اخلاق کی بلندی مزاج نبوت کی میراث ہے۔

آج بڑے سے بڑے دینی کام کئے جارہے ہیں' مگر عام طور پر یہ توازن اور دین کا یہ مزاج نگاہوں سے اوجھل ہوجاتا ہے' جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم دوسروں کے سامنے صحیح دین پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

☆☆..........☆☆

توجہ فرمائیں

فتنہ قادیانیت اور دیگر باطل فتنوں سے باخبر رہنے کے لئے ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کا مطالعہ کیجئے۔ اس کے خریدار بنئے اور دیگر دوست و احباب کو بھی اس طرف توجہ دلائیں۔ ہفت روزہ ''ختم نبوت'' میں اشتہار دے کر جہاں آپ اپنی تجارت کو فروغ دیں گے' وہاں آپ اس کار خیر میں شریک ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دیرینہ محبت و تعلق کا بھی ثبوت دیں گے۔

قرآن مقدس

حضرت مولانا نسیم احمد غازی مظاہری

جہاں میں سب کتابوں سے بھلا قرآن ہوتا ہے
اسے پڑھنے سے رب راضی خفا شیطان ہوتا ہے

کتابوں میں صحیفوں میں کلام اللہ افضل ہے
یہی بہتر یہی برتر عظیم الشان ہوتا ہے

اساس دین و مذہب روح ایماں ہے کلام اللہ
امام انس و جاں و پیشوا قرآن ہوتا ہے

یہی جان جہاں ہے جان ایمان و یقیں بھی ہے
کلام پاک ہی سرمایۂ ایمان ہوتا ہے

یہ باب رحمت حق ہے کتاب دین برحق ہے
اسی سے عارف حق صاحب ایمان ہوتا ہے

جو روح عالم و جانِ قلوب اہل ایمان ہے
یقیناً وہ کلام حضرت رحمان ہوتا ہے

یہ قرآن مقدس دائمی حق و صداقت ہے
یہی حق و صداقت پہ قوی برہان ہوتا ہے

عموماً معجزے وقتی رہے ہیں سارے نبیوں کے
سدا جو معجزہ باقی ہے وہ قرآن ہوتا ہے

یہ قرآن درمیان حق و باطل قول فیصل ہے
یہی نور مبین حق یہی فرقان ہوتا ہے

وہی آباد دل ہے جس میں قرآن مقدس ہو
کلام اللہ سے محروم دل ویران ہوتا ہے

کلام پاک سے وابستگی مومن ہی رکھتا ہے
جو اس سے بے رخی کرتا ہے نافرمان ہوتا ہے

قرآن پاک سے غفلت کا پھل ہے ذلت و پستی
اور اس کا حامل و عامل عظیم الشان ہوتا ہے

کلام پاک وجہ راحت و عزت ہے دنیا میں
نجات اُخروی کا بھی یہی سامان ہوتا ہے

دلوں میں مومنوں کے کردیا محفوظ قرآں کو
مسلمانوں پہ رب کا کس قدر احسان ہوتا ہے

ہر اک انسان کی قسمت جداگانہ ہے دنیا میں
مقدر کا سکندر حامل قرآن ہوتا ہے

عجب تاثیر ہوتی ہے تلاوت جب وہ کرتا ہے
جو قاری متقی ہوتا ہے خوش الحان ہوتا ہے

وہی خوش بخت ہوتا ہے رسول اللہؐ کا وارث
خدا کے فضل سے جو عالم قرآن ہوتا ہے

اسی کی زندگی ہے لائق صد رشک دنیا میں
جسے فیضان علم و حکمتِ قرآن ہوتا ہے

ملے گا حشر میں اس کو تاج نورانی
کسی کا لخت دل گر حافظ قرآن ہوتا ہے

سعادت مند و دانا ہے زمانے میں وہی
جو قرآن پہ دل و جاں سے سدا قربان ہوتا ہے

منادی جس نے ہستی اپنی قرآن کی اشاعت پہ
وہی افضل وہی اعلیٰ وہی ذیشان ہوتا ہے

امین علم قرآن ہے مکرم دونوں عالم میں
اخی اکرام اس کا فرض انس و جان ہوتا ہے

بہار جنت فردوس کا وارث وہی ہوگا
جسے حاصل کلام اللہ کا فیضان ہوتا ہے

نبیؐ کی زندگی تفسیر قرآن مقدس ہے
نبیؐ کا مقتدی ہی پیرو قرآن ہوتا ہے

کوئی مومن رہ حق سے کبھی ہٹ نہیں سکتا
ہر اک مومن کا سچا رہنما قرآن ہوتا ہے

کسی کا رہنما کوئی کسی کا پیشوا کوئی
ہمارا رہنما اے دوستو قرآن ہوتا ہے

یہ قرآن مقدس ہے کتاب سیرت احمد
اسی سے حق تعالیٰ کا صحیح عرفان ہوتا ہے

عدوٗ یہ چاہتا ہے کہ کلام اللہ مٹ جائے
محافظ اس کا خود ہی حضرت رحمان ہوتا ہے

کلام اللہ کی برکت سے مومن کی حفاظت ہے
فنا قہر خدا سے دشمن قرآن ہوتا ہے

کتاب اللہ کو سیکھو سکھاؤ اے مسلمانو
جہاں میں سب سے بہتر صاحب قرآن ہوتا ہے

کلام اللہ کی خدمت پہ ہستی کو مٹا غازی
اسی رہ سے حصول رحمت و رضوان ہوتا ہے

فرما گئے یہ ہادی

لا نبی بعدی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دارالمبلغین کے زیر اہتمام

بمقام

مدرسہ ختم نبوۃ مسلم کالونی چناب نگر

زیر سرپرستی

مخدوم المشائخ حضرت اقدس مولانا خواجہ **خان محمد** صاحب دامت برکاتہم

مخدوم العلماء پیر طریقت حضرت قبلہ شاہ **نفیس الحسینی** دامت برکاتہم

سالانہ

ردِ قادیانیت وعیسائیت کورس

بتاریخ ۵ تا ۲۵ شعبان ۱۴۲۶ھ بمطابق 10 تا 30 ستمبر 2005ء

داخلے یکم تا ۴ شعبان

کورس میں شرکت کے خواہشمند حضرات کیلئے کم از کم درجہ رابعہ یا میٹرک پاس ہونا ضروری ہے۔ شرکاء کو کاغذ قلم، رہائش، خوراک، نقد وظیفہ، منتخب کتب کا سیٹ دیا جائیگا۔ کورس کے اختتام پر امتحان ہوگا۔ کامیاب ہونے والوں کو اسناد دی جائیں گی نیز پوزیشن حاصل کرنے والوں کو اضافی کتب اور نقد انعام دیا جائے گا۔ داخلہ کے خواہشمند سادہ کاغذ پر درخواست ارسال کریں۔ جس میں نام، ولدیت، مکمل پتہ اور تعلیمی تفصیل لکھی ہو۔ موسم کے مطابق بستر ہمراہ لانا انتہائی ضروری ہے۔

درخواستوں کیلئے پتہ

شعبہ نشر واشاعت عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوۃ حضوری باغ روڈ ملتان

فون چناب نگر: 04524/212611

ملتان: 061/514122